ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

اخبار الحکم

قیمت پیشگی سالانہ ۳ؔ

قیمت پیشگی سالانہ ۳ؔ

نمبر ۱۰ و ۱۱ | قادیان دارالامن والامان - مورخہ ۶ و ۱۳ مئی - سنہ ۱۸۹۸ء | جلد ۲

ٹریکٹ سیریز

اس امر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے - کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شائع ہوں - جس سے حضرت اقدس سیدنا میرزا صاحب کے مشن کی تبلیغ ہو - اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں - چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ التزام کیا ہے - کہ اس سلسلہ میں دلچسپ نظمیں - جو صداقت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیام پر مشتمل ہوں - اور جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے سرمن (خطبہ) اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل بر تفسیر آیات یا مشتمل بر دفع اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ - اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شائع کی جاویں - یہ ٹریکٹ چار صفحہ سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہوا کریں - اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں - تو یہ کثرت شائع ہو جایا کریں - اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کے موید ہو جائیں - اور سو سو ٹریکٹ ۱ؔ روپیہ فی صدی کے حساب سے خرید لیں - تو دس ہزار ٹریکٹ ایک مہینے میں شائع ہو سکتا ہے - اور ہم ہفتہ وار اڑھائی ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کر دیا کریں - اور تقسیم کے لئے یہ انتظام کیا جاوے گا - کہ ہر ایک شہر میں سلسلہ وار ایک خاص تعداد بھیجدی جایا کرے - اور وہ تقسیم ہو جایا کرے - اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آ جایا کریں گے اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانا نہ پڑے گا - بلکہ ہم ہی اس کو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کر دیں - اگر ہمارے احباب مل کر اس کام کو کرنا چاہیں تو چنداں مشکل نہیں - پوری سو درخواستیں جمع ہو جاتے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کریں گے منیجر الحکم کے نام درخواست ہو -

روزانہ اخبار دہلی

سالانہ قیمت پیشگی معہ محصول ڈاک ۱۲ؔ

۲۰+۲۶ - تقطیع عمدہ سفید کاغذ کے ۸ صفحوں پر تازہ خبروں - تار - نوٹ - آرٹیکل - علمی مضامین - اور ملکی معاملات سے مملو اُردو زبان کے مولد اور ہندوستان کے قدیم دارالسلطنت شہر دہلی سے ہر روز بڑی آب و تاب سے شائع ہوتا ہے -

جو خبریں انگریزی روزانہ اخبارات میں آج ہونگی - زیادہ سے زیادہ کل اس میں دیکھ لیجئے قومی و مذہبی تعصبات سے پاک - قیمت اتنی کم کہ اس حیثیت کا کوئی اخبار اسکے برابر سستا نہیں چونکہ اُردو سرکل سے مرکز سے نکلتا ہے - اس لئے تمام اُردو دان پبلک میں قریب قریب ایک ہی وقت میں پہنچ جاتا ہے -

درخواست خریداری بنام { مابعد کا قاعدہ نہیں
 نمونہ کے لئے ایک آنہ

کتب موجودہ دفتر الحکم

تفسیر سورۃ تبت موسوم بہ موعظۃ الحسنہ - قیمت بلا محصول ۲ؔ

محمودکی آمین - دوسرا ایڈیشن قیمت ۱ؔ

کتب زیر تالیف و ترتیب

تفسیر سورہ والعصر - از عالی جناب امام الزمان سلمہ الرحمان

رپورٹ سالانہ جلسہ ۱۸۹۷ء

الانذار - ایک منظوم رسالہ مصنفہ پیر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی جس کے آخر میں بطور ضمیمہ چوہدری رستم علی کورٹ انسپکٹر کی ایک فارسی نظم شامل ہے - زیر طبع ہے +

منیجر الحکم کی معرفت ہر قسم کے رنگینی از ہند - پیج بند - پراندے پر قیمت کے مل سکتے ہیں -

کہ گورنمنٹ نے اپنی آزادی سے ہر ایک کو بہرہ مند کیا ہے وہ کسی کو جواب دینے سے نہیں روکتی۔

امر چہارم میں جو اوبزرور کی کوتاہ فہمی اور عدم تدبر کو ثابت کئے دیتا ہے۔ آج تک مرزا صاحب کی قلم سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلا۔ جو موجودہ میموریل کے خلاف ہو ہاں اس سے پیشتر بھی اور اب بھی سیدنا مرزا صاحب چاہتے ہیں کہ ایسا قانون ہونا چاہئیے جو مذہبی میدان میں نبرد آزمائی کرنے والوں کو ایک خاص حد کے اندر رہنے دے۔ یعنے وہ کسی مذہب پر ایسا اعتراض نہ کریں جو اس کی مسلمہ کتب میں درج نہ ہو۔ یہی پہلے میموریل میں درج تھا جس سے اوبزرور کا خوش فہم ایڈیٹر تخالف رائے پیدا کرتا ہے اور باہم دونو میموریلوں میں تناقض بتلاتا ہے۔ کیا دنیا میں صلحکاری اور راستی اور امن پھیلانے کی اس سے بہتر کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہ امر جواب دینے کے متخالف نہیں بلکہ جیسا اس انگریزی میموریل میں ظاہر کیا ہے جواب دینا بھی ایک قسم کا امن پھیلانا ہے اس لیئے کہ ایسے دل آزار حملوں سے جو صدمہ مسلمانوں کو پہنچتا رہا ہے اس کا جواب جب مخالف کو مل گیا ہے تو ان کو ایک قسم کی تسلی اور صبر آ گیا ہے۔ اسی وجہ سے موجودہ حالت میں بھی سیدنا مرزا صاحب نے جواب دینا ہی پسند فرمایا ہے۔ اور ہم کو اس سے بہتر کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ ایک طرف صبر اور برداشت کی تعلیم ہے اور دوسری طرف جواب لکھنے پر آمادہ ہیں یہ باہم متضاد باتیں ہیں یہ بھی ہمارے ہمعصر کی خوش فہمی ہے یا تو وہ صبر کی فلاسفی نہیں جانتا اور یا عمداً استہزا کرتا ہے صبر اور برداشت ایک کتاب کے دل آزار حملوں کے جواب دینے کے مخالف کہاں ہیں؟ یہ بھی تو صبر ہی ہے کہ اُن حملوں کو سرد دل سے سن لیا۔ اور بطریق احسن جس کی ہدایت قرآن کریم میں ہے اُن کا جواب دے دیا۔

ہاں یہ امر صبر اور تحمل کے صریح مخالف ہے کہ اُس پر تدبر نہ کیا جاوے اور گورنمنٹ کے پاس میموریل بھیج کر ہی خاموش ہو رہے الغرض جو کچھ پنجاب اوبزرور نے ظاہر کیا ہے۔ وہ حمیت اسلام کے جوش سے نہیں بلکہ چند شخصوں کی ایک بات کو پالنے کی خاطر لکھا ہے اور ہم کو افسوس ہے کہ یہ لوگ کیوں ایک مناسب اور جائز اور مفید ترین بات کی قدر نہیں کرتے؟ اصل یہ ہے کہ جب اُن کو وہ دیدہ دوربین اور دور اندیش دل ہی نہیں ملا جس سے وہ اس وجود کی برکات سے بہرہ ور ہوں تو وہ اس کی باتوں پر کب کان دھر سکتے ہیں۔ اب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دیکھا جاوے اور انتظار کیا جاوے کہ گورنمنٹ انجمن کے میموریل پر کیا جواب دیتی ہے اور اُس کے لمبے چوڑے دعووں کی کہانتک متکفل ہوتی ہے۔

اُس کے بعد پھر مناسب رائے ظاہر کی جاوے گی اس وقت اُس جواب سے بیشتر کچھ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اوبزرور خود اپنی تحریر کو پڑھے کہ اس میں استہزا اور تمسخر کے سوا رکھا کیا ہے کیا کوئی معقول اور موزون بات بھی ہے۔ یا نری الفاظ پرستی ہی ہے۔ دنیا کو معلوم ہو جاوے گا جس وقت اس خدا کے مرد کی آواز ظاہر ہوگی۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا اپنے نذیر کی سچائی کو زور آور حملوں سے ظاہر کرے اور ناعاقبت اندیش نادانوں کی قلعی کھول دے۔ چونکہ جناب مرزا صاحب خود ہی اوبزرور کی غلط فہمیوں پر تادیبی ریمارکس شائع کرنے والے ہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو یہیں ختم کر دیتے ہیں۔ والسلام +

دارالامان میں جلسہ طاعون

جیسا کہ ہمارے گذشتہ نمبر سے واضح ہوا ہوگا عالیجناب سیدنا مرزا صاحب ادام اللہ فیوضہم نے ایسی حالت میں کہ لاہور میں اطباء کا ایک جلسہ طاعون ہو چکا تھا قرین مصلحت سمجھا کہ دارالامان میں اپنے طور پر ایک جلسہ کریں چنانچہ اس جلسہ کیلئے وہ اعلان شائع کیا گیا جو ہم پچھلے نمبروں میں چھاپ چکے ہیں اور اس جلسہ کے لیئے عید ضحیٰ کا موقع بہت موزون اور مناسب سمجھا گیا۔ اعلان کی شائع ہونے پر پشاور سے لیکر پٹیالہ تک کے احباب جمع ہو گئے جلسہ کی مختصر کارروائی ہمارے مخدوم شیخ رحمۃ اللہ صاحب تاجر لاہور نے ایک خاص اشتہار کے ذریعے شائع کر دی ہے جسکو ہم بطور ضمیمہ آج کے اخبار کے ساتھ شائع کرتے ہیں اس لیئے اُس پر کچھ زیادہ ریمارک کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے اس جلسہ میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب سلمہ ربہ اور جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب کی بیش قیمت تقریریں قلمبند کر لی ہیں جن کو مناسب صورت میں عنقریب شائع کرینگے اجمالی طور پر جلسہ کے حالات سے واقفیت کے لئے جلسہ طاعون کی کارروائی کے عنوان سے جو اعلان شیخ صاحب نے شائع کیا ہے کافی تر ہے۔

دارالامان کا ہفتہ

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے محترم مخدوم جناب مولانا مولوی نورالدین صاحب کی سب سے چھوٹی صاحبزادی (جس کی عمر قریباً ایک سال کی ہوگی) نے آغوش مادر کو خالی کر کے آغوش دایہ رحمت الہی میں آرام کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مولوی صاحب جیسے راضی برضائے الٰہی کے لئے صبر و تسلیم کی تلقین حکمت بہ لقمان آموختن ہے البتہ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو نعم البدل دے اور عزیزہ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

۲۔ موسم میں گرمی کا خوب رنگ آگیا تھا مگر چند روز سے خوب جھکڑ اور تند ہوا چلتی ہے۔ ۱۲۔ کی شب کو خاصی بارش بھی ہو گئی جس سے اُتنی حدت فی الحال نہیں رہی۔

۳۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بدستور اپنے کام میں مصروف ہیں۔ اور سایام الصلح کا ترجمہ زور سے کر رہے ہیں۔

۴۔ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ حسب معمول جاری۔ حضرت اقدس بفضل خدا مع اپنے جمیع ممبران خاندان تندرست اور عمدہ ترین حالت صحت رکھتے ہیں۔ اللہم زد فزد۔

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

گذشتہ دسمبر کے جلسہ کی رپورٹ کے اشتہار پڑھتے پڑھتے ہمارے ناظرین اُکتا گئے ہوں گے مگر ہر ایک کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ رپورٹ مذکور اب باقاعدہ زیر طبع ہے اور حتی الوسع عجلت ممکنہ میں اُس کی اشاعت کی امید کی جاتی ہے۔

توجہ بھی چاہیئے

ہمارے بالغ خرد ناظرین جو ہمارے دست و بازو ہیں الحکم کی امداد و اعانت میں سست نہوں۔ خریدار پیدا کر کے اس کی کثرت اشاعت کا ذریعہ بنیں۔ اور نہ چندہ ارسال کر کے اور گراکہ اُس کی باقاعدہ اشاعت کا موجب ہوں۔ کیونکہ مالی مشکلات کے دور ہونے پر باقی مشکلات بالکل ہیچ ہو جاتی ہیں۔ (ایڈیٹر)

ایک شیعہ کے نام جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا ایک قابل قدر خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

جناب سید صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مجھے ملا۔ افسوس میں نے عبث آپ کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ سے ویسی ہی محبت ہے کہ جیسی ایک راست باز متقی کو اُس امام متقین سے ہونی چاہئے میں نے اپنی نص صریح کے اظہار سے اپنا عقیدہ لکھا اور اُس رسالہ میں بھی بقدر ضرورت کے لکھا اور یہ عقلاً و شرعاً ایک نیک گمان شخص کے لئے کافی تھا۔ مگر میں افسوس سے دیکھتا ہوں کہ آپ بڑی کوشش اس میں بند دل کرنا چاہتے ہیں کہ میں ملزم قرار پاؤں۔ انسان اپنے منطوق کلام سے قابل اخذ و ملام ہوتا ہے نہ مفہوم و استنباط کلام سے۔ میں نے منطوقاً و نصاً تو اپنے صادق مافی الضمیر کا اظہار کر دیا۔ اور آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اتنا لکھنے پر بھی مجھے ابتغاء اللہ اور آپ کے اس اعتراف نے مائل کیا۔ کہ آپ کو اس سلسلۂ عالیہ سے انتساب ہے۔ ورنہ خدا تعالےٰ نے خوب جانتا اور اُس کا قانون فعلی یعنی مخلوق کی قبولیت گواہ ہے کہ میں اس رسالہ کی تحریر سے اپنا مخلصانہ مدعا بالکمل وجوہ پورا کر چکا اور صحیح معنوں میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ اور دوسری ہر دو تالیف کے فکر میں ہوں جسے بحول اللہ و قوتہ جلد شائع کرونگا مجھے یقین ہے کہ اس کی قوت دلائل پہلے رسالہ سے کہیں بڑھ کر ہو گی اور آپ کا دھمکی دینا کہ اکثر لوگ مجھ سے بیزار ہو گئے ہیں میری روح میں ادنےٰ جنبش و اضطراب پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر مجھے یہ سنایا جاتا کہ میری کوشش کو متحداً جمہور الناس نے قبول کر لیا ہے تو مجھے اندیشہ ہوتا کہ میں ضرور منافق اور عنداللہ مردود مخذول ہوں۔ سنتہ اللہ استمراراً یوں ہی چلی آئی ہے کہ صادقوں کا ساتھ تھوڑے ہی دیتے اور قلیل ہیں جو اُن کے مساعی جمیلہ کا شکر کرتے اور تہ دل سے داد دیتے ہیں سید صاحب آپ فرماتے ہیں کہ اُس پہلے خط کو شائع کر دیا جاتا تا کہ میرے پیارے سید اور سادے بزرگ آپ کو یا تو خود مغالطہ لگا ہے کہ آپ نے کچھ ایسا اعتنا امر اُس میں لکھا ہے یا آپ کے سادہ نیک نہاد اصحاب نے آپ کو مغالطہ دیا ہے کہ آپ کی تحریر میں کچھ بات بھی ہے۔ آپ میرے اس خط کے بعد تہ دل سے اُس میں غور کریں کہ آپ نے لکھا ہی کیا ہے۔

اُس سارے خط میں جواب تک میرے پاس محفوظ ہے آپ نے دو ہی باتیں کی ہیں۔ اوّل مجھے دشمن جناب علیؓ ثابت کرنے کی ناکامیاب کوشش فرمائی ہے۔ دوم بنی عباس کی خوشامدیوں کی جھوٹی تاریخوں کی لغو روایات کی بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اسلام کو غیر ملکوں میں پھیلانے والے اور پھر آخر دم تک کلمہ طیبہ پر قائم رہنے والے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معائب شماری کی ہے اور خوب ہی جلے پھپھولے پھوڑے ہیں۔

میں حیران ہوں کہ آپ نے غور نہیں فرمائی کہ میں علی کا دشمن کیا خارجی ہوں اباضیہ فرقہ کا ممبر ہوں۔ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ خبیث قوم تو حضرت علی اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یکساں بیزار ہیں ابھی مسقط کے ایک عالم کی کتاب جو بڑا مستند خارجی عالم تھا ہمارے ایک دوست نے ارسال کی ہے اس میں ان کی عقائد ان ائمہ دین کی نسبت پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رافضی شیعہ تو آپ کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ میں نہیں ہوں۔ رافضی تو میری خوش قسمتی سے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ میرے نام پر بھی ضرور تبرا کرتا ہو گا۔ تو پھر خدا کے لئے آپ ہی فکر کریں کہ میں کیا ہوں۔ بس یہی کہ میں بفضل اللہ پکا محمدی سنی ہوں اور محمدی صد ہزار لعنت بھیجتا ہے ابوبکر کے دشمن پر عثمان کے دشمن پر علی کے دشمن پر حسن کے حسین کے دشمن پر معاویہ کے دشمن پر غرض کل صحابہ کے دشمن پر۔ اب بتایئے کیونکر کسی کو حق پہنچتا ہے کہ میری کوئی ایسی تحریر ثابت کرنے کی سعی کریں جس سے میں دشمن علی رضہ ٹھہر جاؤں۔

ہاں اصل بات دور نکل گئی۔ آپ نے حضرت علی پر اپنی تحریر میں کیا احسان کیا آپ نے جو ستم ڈھانا چاہا مجھے ہی غلطی سے نشانہ بنایا۔ بجائے اس کے کہ آپ وہ خط جو مجھے لکھا ہے اور جس میں حقیقتاً بجز جوش و زبال کے کام کی کوئی بات ہی نہیں شائع کریں اور جس کا فی الواقع مجھے بھی خیال و ہراس نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ شیعوں کے موہوم تصور کردہ علی کے سر سے اُن الزامات کو اٹھانے کی کوشش کریں جو شیعوں کی تصویر پر لامحالہ وارد ہوتے ہیں اور ایک راستی کا حامی اور دیرینہ ظلم سے انتقام لینے والا حق رکھتا اور موقع بھی تھا کہ وہ تصویر دنیا کے سامنے رکھ اُس کے واقعی خط و خال کے پیش کرتا۔ اور وہ میں نے کوشش کی اور اُس میں بحمد اللہ اُس حد تک کامیاب ہوا جو ایک صادق کی کامیابی کے لئے مقرر ہے۔ تعجب اور پھر تعجب کی بات ہے کہ میں جو لکھنے والا اور بولنے والا ہوں میں علے وجہ البصیرۃ گواہی دیتا ہوں کہ میرا مدعا جناب علی رضی اللہ عنہ کی اہانت نہیں ولعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین علی من عادی علیاً او یسبہ او یہینہ مگر آپ میرے دل پر حکومت کرتے اور غلطی کھاتے ہیں کہ الفاظ سے ایسا نکلتا ہے۔ کہاں تہذیب مقتضی اس امر کی ہے کہ کوئی اپنا عقیدہ قسم کھا کر کسی کے آگے بیان کرے بجز ترحم کے۔ سو میں نے کہہ دیا آئندہ آپ مختار ہیں۔

مجھے یقین ہے آپ نے حضرت امام زمان حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کا تازہ رسالہ حجۃ اللہ شیعوں کے خلاف نہیں دیکھا۔ حضرت امام زمان نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عظیم الشان ہیرو اور براہین میں اُن کے عجیب شان کی معترف ہیں میرے لیکچر کے اُس حصے کو جس پر آپ غلط فہمی سے ناراض ہوئے ہیں اپنے رسالہ میں زبان عربی میں ترجمہ کر دیا بلکہ کچھ اور سخت الفاظ بھی بڑھا دیئے ہیں آپ از راہ کرم ضرور اُس رسالہ کو پڑھیں۔ یہ لیکچر حضرت اقدس نے اتنا پسند فرمایا کہ چار مرتبہ پیا پے سنا اور اپنی طرف سے مختلف مقامات میں بھیجا کہ گویا یہ حضرت ہی کی تصنیف ہے۔ یہ بڑا ہی زبردست حربہ اور محکم اصول ہے جو دشمن کو قیامت تک سر اٹھانے نہیں دیتا کہ اُن کے مسلمات عقاید کی بنائی ہوئی تصویر کی تقبیح و تشنیع کی جائے۔ اور مجھے بحمد اللہ یہ بڑا بھاری فخر حاصل ہے کہ اب تک اعدائے حق سے کوئی شخص قرآن کریم کے اصول کو مد نظر رکھ کر میرا جواب دے نہیں سکا حالانکہ بڑے بڑے غیرت مند مجتہدوں کو لاہور لکھنؤ سیالکوٹ اور دیگر مقامات میں رسالہ بھیجا گیا۔

۱۔ جب ہم بصدق دل مانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق سید اول المبائعین حضرت علی ہیں (اور خدا کے فضل سے ہمارے پاس کافی سامان ان باتوں کے ثبوت کے لئے موجود ہیں) اور پھر مدۃ العمر بے اخلاص سے اصحاب ثلاثہ کے ساتھ آپ نے بسر کی۔ اور محض ناپاک گندی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جناب زہرا رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر لات ماری تو از راہ کرم فرمائیں ہمارے مقتدا ہمارے محبوب علی رضی اللہ عنہ پر کیا کوئی الزام وارد ہو سکتا ہے۔ بس تو کیا صحیح نہیں کہ شیعوں کے عقاید کے موافق شیعوں کے علی پر وہ

سب الزام وارد ہوتے ہیں جو اُس نفاق باشیخین کی بنا پر رسالہ میں لکھے گئے۔ اور ہمارے نزدیک کوئی علی حقیقی موجود بوجود خارجی ایسا نہیں ہوا جو اُن الزامات کا مستحق ہو جو لکھے میں وارد کئے گئے تو پس فرضی علی ہوا یا اور کچھ۔

۲۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور وہ صادق عادل گواہ بس ہے ونزعنا ما فی صدورہم من غل الآیۃ۔ میں حیران ہوں کہ یہ ایمان مفید اور محبوب اور مقبول ہے کہ تسلیم کیا جاوے کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کینہ غل و غش اور حقد و عناد سے پاک تھے جو جس اور دنیا داروں میں ہوتا ہے اور جس کے ثبوت کے ٹھیکہ دار رافضی قوم ہے۔ یا یہ ایمان سکینت بخش اور عند اللہ مقبول اور اسلام اور رسول اسلام کی عزت تبلیغ فرمانے والا ہے کہ مانا جائے کہ وہ دل میں کچھ رکھتے اور زبان سے کچھ نکالتے تھے۔ رات دن ایک دوسرے کی استیصال کی تاک گھات میں لگے رہتے تھے اور جب موقع پاتے فریب سے دغا سے لوگوں کو اکسا کر بہلا کر اپنی کمینی نفسانی غرضیں پوری کرتے تھے۔ اور گدیوں اور جائدادوں کے پیچھے اسی طرح رات دن کڑہتے کباب ہوتے رہتے تھے جیسے ہمارے ہاں کے بدعتی ناخدا ترس گدیوں کی وراثتوں کے مقدمات کے پیچھے حکام انگریزی کی کچہریوں اور عام میں ٹھکا فضیحتی کراتے پھرتے ہیں۔ ای الفریقین احق بالامن۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت نے مسلمانوں کی با آرام قسمت کا ورق الٹ دیا اور فتن و مصائب کے بڑے بھاری بند کو توڑ دیا جو حقیقۃً حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت پر نا قابل انسداد رخنہ حاصل کر چکا تھا۔ ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے احباب کو نا قابل اندمال زخم دل میں نہ لگا ہو۔ مگر قوم اور رشتہ دار عزیز اور نہایت ہی قریبوں کی نسبت کون ایسے الفاظ لا سکتا ہے کہ ان کی زار حالت کو بیان کر سکے۔ اور پھر قوم بھی بنو امیہ۔ جری ہوشیار۔ غیور اور زمانہ میں ہر قسم کی دلیرانہ کارروائی کر سکنے والے۔ طبعاً ایک دانا خیال کر سکتا ہے کہ ان کے طبائع میں کیسا زلزلہ ہائلہ پڑا ہوگا۔ جناب معاویہ خلافت اولی اور ثانیہ خلافت سے مستقل اور مکرم معظم گورنر اور بعد از یں گویا بڑی بھاری سلطنت شام کے بادشاہ چلے آتے تھے امیر المومنین عثمان اور مظلوم عثمان اور قریبی رشتہ دار عثمان بنی ہاشم قوم عثمان کے قتل سے کوئی رائے لگا سکتا ہے کیسا جوش بااصطلاح انہیں پہنچا ہوگا۔

اسی وقت سے وہ قاتلان عثمان سے انتقام لینے کا ارادہ ملا ہی عثمان کو اُٹھا کھڑے ہوئے۔ اسی حیص بیص میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہو گئی۔ اور باایں ہمہ وہ لوگ جن پر ظن تھا کہ وہ مرحوم خلیفہ کے قاتل ہیں وہ خلیفہ زندہ کے دربار میں موجود ہیں اور کسی قسم کی سزا انہیں نہیں ملی بلکہ برخلاف امید وہ مقرب و مکرم بنائے گئے ان حالات سے ایک پولیٹیکل معاملات کو سمجھ سکنے والا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ایک رشتہ دار اور حاکم کس قدر غلط فہمی پر مجبور اور معذور ہو سکتا ہے۔ اور ادھر ہمارے اعتقاد میں (برخلاف اعتقاد خوارج۔ ایسے مقام میں ذری اُن کے خیالات پڑھو تو تمہاری خوب تسلی ہو اور ہمارا شکر کرو) حضرت علی جیسا راستباز صادق بے لوث بے غرض انسان کبھی محل شبہ ہو نہیں سکتا کہ اُن کے نزدیک قاتل واقعی قاتل ثابت ہوتے اور پھر حضرت عثمانؓ کے تو آپ اُن سے یوں درگذر فرماتے غرض اس وقت کے خوفناک رستخیز نے نہ تو حضرت علیؓ کو کچھ پتہ لگنے دیا اور نہ جناب معاویہ ہی حقیقت کا سراغ لگا سکے اور ادھر اُدھر کے غیر ملکوں کے ہزاروں دراندازاپنے اغراض کی بنا پر نہ چاہتے تھے۔ کہ اصلیت منکشف ہو جائے۔ آخر آپس میں لڑائی ہو گئی۔ اور تھوڑی مدت کے بعد جیسا کہ نتیجہ سے عیاں ہے اُس اصلی فطرت اور سچی محبت اور باطنی پاکیزگی نے غلط فہمیوں کو دور کر دیا اور معاملہ صاف اور انجام بہ صلح ہو گیا۔ ورنہ شیر خدا الغالب علی کل غالب کبھی ممکن تھا کہ درگذر کرتے جب تک ناپاک مدعیوں کے وجود سے ارض مقدسہ کو مقدس نہ کر لیتے۔ یہ محض غلط ہے کہ آپس میں ایک دوسرے پر سب و لعن کرتے تھے۔ اب فرمائیے ہمارے اصول پر حضرت علی کیسے مقدس اور بے آرزو بے لوث ٹھہرتے ہیں۔ اور عراق کے حاکم ہو کر تو حضرت علیؓ بھی ارض جنت کے وارث ہو ہی چکے تھے۔ اب بتائیے وہ حملہ شیعوں کے علی اور فرضی علی پر تھا یا اور کچھ! میں امید کرتا ہوں کہ آپ بھی بدگمانی نہ کریں گے اور ایک بھائی کا خط آرام سے پڑھیں اور احباب کو سنائیں گے۔ ایک عرض یہ ہے کہ آپ یہاں تشریف لائیں حضرت اقدس مرزا صاحب بھی یاد فرماتے ہیں۔ اگر آپ حکم کریں تو فوراً کرایہ ارسال خدمت ہوگا۔

ہاں ایک کام کی بات رہ گئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں بھی عادت تھی کہ اسی طرح دشمن کے ایذا سے انتقام لینے کے لئے دشمن کے مقتدا کے اُن عقاید کے موافق تصویر کھینچ کر پھر اُس پر جرح کرتے تھے چنانچہ سلسلۃ الذہب میں جامی علیہ الرحمۃ روافض کے ظلم عظیم پر جرح چلانے کے لئے ان کے علی کی نسبت فرماتے ہیں اور حقیقت میں ایک دنیا دار پست فطرت کی نسبت اس سے زیادہ سچا اور واقعی بیان ہو نہیں سکتا جو ایک شعر میں ادا کیا گیا ہے۔ شعر یہ ہے:

برخلافت دلش بسے مائل ۔ لیک بوبکر درمیاں حائل

آپ فرمائیے آپ کا کانشنس یا ایمان روا رکھتا ہے کہ کوئی ایسا علی موجود تھا جس کے روح میں یہ تڑپ تھی یا بقول فارسیوں کے لبک رشلوار بود کہ آہ کسی طرح وہ تر لقمہ خلافت اُسے نصیب ہو اور ہر وقت مُنہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی۔ کہ کاش اس مائدہ کے کنارے پر ہی صف نعال میں بیٹھنا اُسے میسر ہو۔ اور پھر اسی ہوس اور ارمان میں تین خلافتیں گذر گئیں اور اس اثنا میں نہ تو کم بخت جاں گداز طمع اور حسرت اُس کے دل سے نکل سکی اور نہ بدبختی نے کسی درجہ پر فائز ہونے کا شرف حاصل کرنے دیا۔ ایک دانا دنیادار اُسکی کیفیتوں کو سمجھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کے رات دن کے اوقات کیسے بسر ہوتے ہونگے جیسے شیعوں کے نزدیک اُن کا مقتدا علی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی بہت دنوں سے حقیقت میں پے لے جا چکے ہیں کہ شیعوں کا سا اعتقاد جناب علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت رکھنا اُن کی پاک ذات کو ہر قسم کے ناپاک اعتراضات کا ہدف بنانا ہے تو اب آپ ہی انصاف سے فرمائیے اور آپ ہی اکیلے منصف ٹھہرے کہ جب ہمارے نزدیک ہمارا مقتدا علی داماد رسول زوج بتول محب و شیخ خلفائے ثلاثہ ان تمام عیوب سے مبرا تھا اور حقیقت میں کوئی ایسا علی موجود بوجود خارجی نہ تھا جو اُن خوفناک الزامات کا نشانہ بن سکے تو ہمارے نزدیک وہ فرضی علی ہوا یا کچھ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب قرآن کے پیروں کے لئے وقت ہے کہ مذاہب باطلہ اور عقاید مزخرفہ کے اوپر سے ملمع اتار کر انکا اصلی عیار دنیا کو اور خود ان ہی کو دکھایا جائے۔ اس لئے کہ بہتیرے ایسے سادہ دل ہیں جو الف و عادۃ کے ممارست کی سبب سے اپنے عقاید مسلمہ کی قباحت اور شناعت کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے۔ خدا تعالے کے ہزاروں برکات اور صلوات ہوں اس زمانہ کے مجدد مسیح موعود مہدی مسعود پر جس نے اس اصل محکم کو جو قرآن کے بعد مر چکی تھی اس زمانہ میں اپنے مسیحی نفس سے زندہ کیا۔ اور اس سے اہل حق کے غیظ قلوب کو دور کیا اور اُن کے صدور کو شفا بخشی۔ دشمنوں میں اور ہم میں چونکہ بلحاظ اسماء کے مقتدا یکساں مسلم تھے اس لئے سادہ دل اہل حق اپنے مسلم مقتدا کی نسبت جان خراش سب و شتم سنکر اور پھر کلیجہ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہتے اور دشمنوں کا مُنہ تاکنے لگ جاتے کہ اب

وہ انہیں کیا کہیں اس لئے کہ وہ غلطی سے گمان کرتے تھے کہ دشمن کا مقتدا اُن کا بھی ویسا ہی مقتدا ہے مگر ہمارے مجدد سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی کو کھول دیا اور ثابت کر دکھایا کہ بجز اسمار کے شراکت کے حقائق کچھ نہیں ہیں" ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباءکم۔ نصاریٰ کا یسوع اور ہے اور ہمارا حضرت عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ اور ہے روافض کا علی کوئی اور ہے جو حرص و آز کا ایک پتلا تھا اور ہمارا علی زکی النفس مطہر القلب کوئی اور ہے۔ ان دونوں کے درمیان بجز اسماء کے اور کوئی شراکت نہیں۔ یہ حربہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا کارگر ثابت ہوا ہے کہ دشمن کا ایک ہی وار میں کام تمام کر دیتا ہے۔ میں اگر چاہتا تو کثرت اشتغال سے وقت کو زبردستی چھین کر آپ کے پہلے خط پر چند سطور عرض کر دیتا مگر قطع نظر عدیم الفرصتی کے میرے دل میں گذرا کہ شاید آپ دوبارہ غور کر کے اپنے ناتمام اعتراض سے آپ ہی متنبہ ہو جائیں گے اس لئے کہ یکجز خود ہر ایک ممکن اور محتمل اعتراض کو رد کرنے کا متکفل ہے۔ لیکن آپ کے دوسرے بااصرار او وعید آمیز خط نے مجھے لکھنے پر مجبور کیا۔ پھر اس میں تاخیر کی وجہ یہ ہو گئی کہ نقل کرنے والا کوئی نہ ملا اور بے نقل کئے بھیجنا مناسب نہ تھا۔ اب اگر آپ اُس خط کو شائع کریں تو جوانمردی کا مقتضا یہی ہے کہ اس معروضہ کو بھی ساتھ ہی منسلک فرما دیں۔ کوئی تو ہوگا جو ہمارے درد سے ہمدردی کرے گا

بہرحال میں پھر ایک دفعہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لانے کا ارادہ ظاہر کریں تو ہم یہاں سے کرایہ خدمت میں ارسال کریں گے۔

آپ کا زیر عتاب دوست عبد الکریم از قادیاں
۱۴ اپریل ۱۸۹۸ء

اشتہار ضروری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اے بزرگان جماعت کے ممبرو اور اے اسلام کے سچے حامیو بموجب ریزولیوشن کمیٹی منتظمہ منعقدہ ۵ مئی ۱۸۹۸ء آپ کی خدمت مبارک میں گذارش ہے۔ کہ یہ امر آپ پر مخفی نہیں۔ کہ حضرت اقدس جناب امام الزمان مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل اسلام کے بچوں کی حالت زار کو دیکھ کر اور اس امر کی اشد ضرورت محسوس کر کے کہ اُنکی تعلیمی حالت نہائت ناقص و خراب ہے۔ ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ کہ ضرورت بالا کے پورا کرنے کے لئے ایک مدرسہ قادیاں میں جاری کیا جائے چنانچہ بعض ہمدردان قوم نے اپنی حیثیت کے بموجب چندہ سے امداد کی۔ مگر جس سٹینڈرڈ کا مدرسہ فی الحال تجویز کیا گیا تھا۔ وہ آمد اُس کے لئے غیر مکتفی تھی۔ اس لئے ابھی مدرسہ مڈل کی دوسری جماعت تک یکم جنوری ۱۸۹۸ء سے جاری کر دیا گیا۔ اور اُسی مدرسہ میں اس وقت دارالامان اور گردونواح کے دیہات کے طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن بہت سے برادران بیرونی نے اس امر کی بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ بھی اپنے اپنے بچوں کو وہاں بھیجنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ مکان مدرسہ اور بورڈنگ ہاؤس کی عمارت تیار نہیں۔ علاوہ اسکے بہت سے مساکین طلباء بھی ہیں جن کی تعلیم و تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ لہٰذا ذیل کی مدیں قائم کر کے آپ صاحبان کی خدمت میں اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ ہر ایک صاحب حسب مقدور ہر مد یا جس مد کے لئے چاہیں امداد فرما کر سعادت دارین کے مستحق ہوں۔

(۱) عام اغراض مدرسہ
(۲) تعمیر مکان مدرسہ و بورڈنگ ہاؤس
(۳) مساکین فنڈ

آپ صاحبان پر روشن ہے۔ کہ ایسے کام سوائے قوم کی مجموعی امداد کے چل نہیں سکتے۔ اور یہ امداد بھی کسی غیر کی امداد نہیں ہے۔ بلکہ یہ امداد اپنے نفس کے لئے ہے۔ کیونکہ آپ ہی لوگوں کے بچے بہار تعلیم پا کر دنیا کے لئے نمونہ بن کر نکلیں گے۔ اس امداد سے دُوگنا ثواب ہے۔ ایک تو **دنیاوی** کہ آپ کے بچے دنیا میں خاص امتیازی فخر حاصل کریں گے۔ دوسرا **دینی** جس سے ہمارا مالک ہمارا خالق ہمارا پاک پروردگار ہم پر راضی ہوگا۔ اور انجمن امید کرتی ہے۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ ڈونیشن اور ماہانہ یا سالانہ رقوم ارسال فرما کر مشکور و ممنون فرمائینگے اور تساہل اور سہل انگاری کو دور کر کے بہت جلد اس کی تعمیل میں کوشش فرما دیں گے۔

المشتہر **عبد الکریم** جائنٹ سکرٹری انجمن تعلیم الاسلام دارالامان
قادیان مورخہ ۶ مئی ۱۸۹۸ء

امہات المومنین کی نسبت ایک قابل قدر میموریل

ذیل میں ہم وہ میموریل درج کرتے ہیں جو عالی جناب حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب مرزا غلام احمد ایدہ اللہ الاحد رئیس اعظم قادیاں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے میموریل متعلقہ امہات المومنین کی اصلاح کی غرض سے ہزآنر لفٹننٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت عالیہ میں ارسال کیا ہے۔ تاکہ اسلام اور اہل اسلام کو اُس نقصان عظیم سے بچاویں جو انجمن حمایت اسلام کے میموریل کی اصلاح کے بدون ایک عمیق نظر سے دیکھنے والے انسان کی نظر میں پہنچ سکتا تھا + ایڈیٹر

میموریل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحضور نواب لفٹننٹ گورنر صاحب بہادر بالقابہ

یہ میموریل اس غرض سے بھیجا جاتا ہے کہ ایک کتاب امہات المومنین نام ڈاکٹر احمد شاہ صاحب عیسائی کی طرف سے مطبع آر پی مشن پریس گوجرانوالہ میں چھپ کر ماہ اپریل ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی اور مصنف نے ٹائٹل پیج کتاب پر لکھا ہے کہ "یہ کتاب ابو سعید محمد حسین بٹالوی کی تحدی اور ہزار روپیہ کے انعام کے وعدہ کے معارضہ میں شائع کی گئی ہے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محرک اس کتاب کی تالیف کا محمد حسین مذکور ہے۔ چونکہ اس کتاب میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن کو کوئی مسلمان سنکر رنج سے رک نہیں سکتا۔ اس لئے لاہور کی انجمن حمایت اسلام نے اس بارے میں حضور گورنمنٹ میں میموریل روانہ کیا تا گورنمنٹ ایسی تحریر کی نسبت جس طرح مناسب سمجھے کارروائی کرے اور جس طرح چاہے کوئی تدبیر عمل میں لاوے۔ مگر میں مع اپنی جماعت کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اس میموریل کا سخت مخالف ہوں اور ہم سب لوگ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے

محض شتاب کاری سے یہ کارروائی کی اگرچہ یہ سچ ہے کہ کتاب امہات المومنین کے مولف نے نہایت دل دکھانے والے الفاظ سے کام لیا ہے اور زیادہ تر افسوس یہ ہے کہ باوجود ایسی سختی اور بدگوئی کے اپنے اعتراضات میں اسلام کی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی نہیں دے سکا مگر ہمیں ہرگز نہیں چاہئے کہ بجائے اس کے کہ ایک خطا کار کو نرمی اور آہستگی سے سمجھاویں اور معقولیت کے ساتھ اس کتاب کا جواب لکھیں یہ حیلہ سوچیں کہ گورنمنٹ اس کتاب کو شائع ہونے سے روک لے تا اس طرح پر ہم فتح پالیں کیونکہ یہ فتح واقعی فتح نہیں ہے بلکہ ایسے حیلوں کی طرف دوڑنا ہمارے عجز اور واماندگی کی نشانی ہوگی اور ایک طور سے ہم جبر سے منہ بند کرنے والے ٹھہرینگے۔ اور گو گورنمنٹ اس کتاب کو جلادے تلف کرے کچھ کرے مگر ہم ہمیشہ کے لئے اس الزام کے نیچے آجائیں گے کہ عاجز آکر گورنمنٹ کی حکومت سے چارہ جوئی چاہی اور وہ کام لیا جو مغلوب الغضب اور جواب سے عاجز آجانے والے لوگ کیا کرتے ہیں۔ ہاں جواب دینے کے بعد ہم ادب کے ساتھ اپنی گورنمنٹ میں التماس کر سکتے ہیں کہ ہر ایک فریق اس اس پیرایہ کو جو حال میں اختیار کیا جاتا ہے ترک کر کے تہذیب اور ادب اور نرمی سے باہر نہ جائے۔ مذہبی آزادی کا دروازہ کسی حد تک کھلا رہنا ضروری ہے تا مذہبی علوم اور معارف میں لوگ ترقی کریں۔ اور چونکہ اس عالم کے بعد ایک اور عالم بھی ہے جسکے لئے ابھی سے سامان چاہئے اس لئے ہر ایک حق رکھتا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ہر ایک مذہب پر بحث کرے اور اسطرح اپنے تئیں اور نیز بنی نوع کو نجات اخروی کے متعلق جہاں تک سمجھ سکتا ہے اپنی عقل کے مطابق فائدہ پہنچاوے لہذا گورنمنٹ عالیہ میں اس وقت ہماری یہ التماس ہے کہ جو انجمن حمایت اسلام لاہور نے میموریل گورنمنٹ میں اس بارہ میں روانہ کیا ہے وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند شتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرات کی ہے۔ جو درحقیقت قابل اعتراض ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور گورنمنٹ ہمارے لئے عیسائی صاحبوں سے کوئی باز پرس کرے یا ان کتابوں کو تلف کرے بلکہ جب ہماری طرف سے آہستگی اور نرمی کیساتھ اس کتاب کا رد شائع ہوگا تو خود وہ کتاب اپنی قبولیت اور وقعت سے گرجائے گی اور اسطرح پر وہ خود تلف ہوجائے گی۔ اسلئے ہم بادب ملتمس ہیں کہ اس میموریل کی طرف جو انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا ہے گورنمنٹ عالیہ ابھی کچھ توجہ نفرماوے۔* کیونکہ اگر ہم گورنمنٹ عالیہ سے یہ فائدہ اٹھاویں کہ وہ کتابیں تلف کی جائیں یا اور کوئی انتظام ہو تو اس کے ساتھ ایک نقصان بھی ہمیں اٹھانا پڑتا ہے کہ ہم اس صورت میں دین اسلام کو ایک عاجز اور فرو ماندہ دین قرار دیں گے کہ جو معقولیت سے حملہ کرنے والوں کا جواب نہیں دیسکتا اور نیز یہ ایک بڑا نقصان ہوگا کہ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ امر مکروہ اور نامناسب سمجھا جائیگا کہ ہم گورنمنٹ کے ذریعہ سے اپنی انصاف کو پہنچکر پھر کبھی اس کتاب کا رد لکھنا بھی شروع کردیں اور درحالت نہ لکھنے جواب کے اس کے فضول اعتراضات ناواقفوں کی نظر میں فیصلہ ناطق کی طرح سمجھے جائیں گے۔ اور خیال کیا جائیگا کہ ہماری طاقت میں یہی تھا جو ہم نے کرلیا سو اس سے ہماری دینی عزت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کتاب کو ہم نے عمداً تلف کرایا یا روکا پھر اسی کو مخاطب ٹھہرا کر اپنی کتب کے ذریعے سے پھر شائع کرنا نہایت نامعقول اور بیہودہ طریق ہوگا اور ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دل سے اُن تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرلیتے ہیں جو صاحب امہات مومنین نے استعمال کئے ہیں۔ اور ہم اس مولف اور اس کے گروہ کو ہرگز کسی قانونی مواخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے کہ یہ امر ان لوگوں سے بہت ہی بعید ہے کہ جو واقعی نوع انسان کی ہمدردی اور سچی اصلاح کے جوش کا دعوے رکھتے ہیں۔

یہ بات بھی گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں عرض کردینے کے لائق ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بعض امور میں دوسرے مسلمانوں سے ایک جزئی اختلاف رکھتی ہے مگر اس مسئلہ میں کسی سمجھدار مسلمان کو اختلاف نہیں کہ دینی حمایت کیلئے ہمیں کسی جوش یا اشتعال کی تعلیم نہیں دیگئی بلکہ ہمارے لئے قرآن میں یہ حکم ہے ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی ھی احسن اور دوسری جگہ یہ حکم ہے کہ جادلھم بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ نیک طور پر اور ایسے طور پر جو مفید ہو عیسائیوں سے مجادلہ کرنا چاہئے اور حکیمانہ طریق اور ایسے ناصحانہ طور کا پابند ہونا چاہئے کہ ان کو فائدہ بخشے۔ لیکن یہ طریق کہ ہم گورنمنٹ کی مدد سے یا نعوذ باللہ خود اشتعال ظاہر کریں ہرگز ہمارے اصل مقصود کو مفید نہیں ہے۔ یہ دنیاوی جنگ وجدل کے نمونے ہیں اور سچے مسلمان اور اسلامی طریقوں کے عارف ہرگز ان کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ ان سے وہ نتائج جو ہدایت بنی نوع کے لئے مفید ہیں پیدا نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ حال میں پرچہ مخبر دکن میں جو مسلمانوں کا ایک اخبار ہے وہ ماہ اپریل کے ایک پرچہ میں اسی بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ رسالہ امہات مومنین کے تلف کرنے یا روکنے کے لئے گورنمنٹ سے ہرگز التجا کرنی نہیں چاہئے کہ یہ دوسرے پیرایہ میں اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم جانتے ہیں کہ اخبار مذکورہ کے اس رائے کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔ جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ عام مسلمانوں کی یہی رائے ہے۔ کہ اس طریق کو جس کا انجمن مذکور نے ارادہ کیا ہے ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ اس میں کوئی حقیقی اور واقعی فائدہ ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہے اہل علم مسلمان اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بارے میں ایک پیشگوئی ہے اور اس کے ساتھ خداتعالیٰ کی طرف سے وصیت کے طور پر ایک حکم ہے جس کو ترک کرنا سچے مسلمانوں کا کام نہیں ہو اور وہ یہ ہے لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا۔ وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور۔ سورہ آل عمران۔ ترجمہ یہ ہے کہ خدا تمہارے مالوں اور جانوں پر بلا بھیجکر تمہاری آزمائش کرے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکوں سے بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سنو گے سو اگر تم صبر کروگے اور اپنے تئیں ہر ایک ناکردنی امر سے بچاؤگے تو خدا کے نزدیک اولوالعزم لوگوں میں سے ٹھہروگے یہ مدنی سورۃ ہے اور یہ اُس زمانہ کے لئے مسلمانوں کو وصیت کی گئی ہے کہ جب ایک مذہبی آزادی کا زمانہ ہوگا کہ جو کچھ کوئی سخت گوئی کرنا چاہے وہ کرسکے گا جیسا کہ یہ زمانہ ہے۔ سو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے لئے تھی اور اسی زمانہ میں پوری ہوئی کون ثابت کرسکتا ہے کہ جو اس آیت میں اذی کثیرا کا لفظ ایک عظیم الشان ایذارسانی کو چاہتا ہے وہ کبھی کسی صدی میں اس سے

* ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ انجمن کا یہ میموریل بعد از وقت ہے کیونکہ مولف امہات مومنین کی طرف سے جو ضرر روکنے کے لائق تھا وہ ہمیں پہنچ چکا اور پورے طور پر پنجاب ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت ہوگئی سو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اب ہم اپنی گورنمنٹ محسنہ سے کیا مانگیں اور وہ کیا کرے

منہ

** انجمن کا ایسے وقت میں میموریل بھیجنا جب کہ ہزار کاپی امہات مومنین کی مسلمانوں میں مفت تقسیم کی گئی اور خدا جانے کتنی ہزار اور قوموں میں شائع کی گئی بیہودہ حرکت ہے کیونکہ اشاعت جس کا بند کرنا مقصود تھا کامل طور پر ہوچکی ہے۔ منہ

ہم لٹاتے ہیں آج لعل و گہر نہ رہے کوئی لاولد مضطر غنی سے حق ہیں بر ہر شکے پیسہ لعل و زر تیسیم بڑھ کر

معیار صداقت

بلاشبہ طبیہ معالجہ صرف قیمت دوا سے کیا جاتا ہے۔ اور شرطیہ تین اقرارنامہ اسٹامپ لکھوایا جاتا ہے جس کو اس پر بھی یقین نہ آوے وہ محلکہ لکھائے اگر مراد پوری نہ ہو دوا کا خرچہ واپس بلکہ ہرجانہ و جرمانہ و صحت کے طالبو اولاد کے آرزومندو یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے دو فضل خدا دادی کی منادی ہے۔ عام مبارکبادی ہے

شفاخانہ یونانی

شیخ نظام الدین حکیم

امرتسر

اظہار بشارت

ناظرین بوقار طرز اشتہار و بنیاد بیشمار سے کماحقہ اطمینان کر سکتے ہیں۔ اور گندم نما جو فروش نیم حکیم سے جو نہ طبیب ہیں۔ نہ ڈاکٹر جاہل کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یہاں خیر خواہی عام او راست بازی سے کام ہر مرد میدان شکر آئیں شرطیہ دوا آزمائیں۔ جھوٹو کو سچا اور سچو کو جھوٹا نہ بتائیں

اس خادم الاطبا دکو ۳۰ سالہ طبیہ تجربات اور ہزار کاملین و سیاحین کے خدمت سے ایسے سریع التاثیر نسخے ہاتھ آئے ہیں۔ کہ اکسیر کا حکم رکھتے ہیں۔ خصوصاً اولاد و فرزند نرینہ و حیات مولود و دفع اسقاط کے لیے تیر بہ ہدف ہیں۔ اگرچہ کثرت اشتہارات نے خلق کو بدظن کر دیا ہے مگر پنج انگشت یکساں نہ کرد۔ بندہ کو اس نعمت خداداد کے پوشیدہ رکھنے کا حکم نہیں۔ بزرگوں کا ارشاد ہے فیض عام کا اشتہار ہے۔ کہ ادویہ تو وہی ہوں گی مگر نمبر اول (۱) کم مقدور والے صرف خرچ مندرجہ سے۔ اور (۲) تونگر عہدہ دار خرچ دو چند سے دوائیں لے جائیں۔ اور دلی مراد پائیں۔ (۳) شرطیہ پیشگی آمدنی یکماہ علاوہ خرچ دوا دے کر رسید دستخطی لے۔ اگر میعاد مقررہ کے اندر امید بر آئے۔ بندہ کا حق ہے۔ ورنہ واپس لے جائے۔ (۴) شرطیہ مابعد خرچ دوا دے کر اقرارنامہ مددماہ لکھ دے۔ بہ شرط پیدائش نرینہ بمیعاد معینہ ادا کرے۔ ورنہ خرچ دوا بھی بذریعہ رسید واپس لے۔ (۵) زر تصفیہ شدہ فیمابین معتبر شخص کے بہ رضامندی طرفین امانت رکھدیں۔ بہ شرط کامیابی بندہ پائے۔ ورنہ واپس لیں۔ (۶) اس پر بھی اطمینان نہ ہو تو محلکہ شرطیہ لکھائیں۔ وقت تولد فرزند نرینہ آمدنی چہار ماہ واجب الوصول ہو۔ ورنہ ہرجانہ جرمانہ حسب قرارداد تنول۔ فضل خداداد کی منادی ہر طرح کرا دی۔ شرطیہ اقرارنامہ سے جھوٹے اشتہاروں کی بنیاد ڈھا دی۔ اگر علاج میں شک ہو۔ تحقیق کر لو۔ مراد پانے پر دینا۔ کس کو گراں ہے۔ فرزند نرینہ لاکھوں سے ارزاں ہے۔ جو گھر اس لعل سے منور نہیں۔ وہ خانہ خراب ہے۔ گھر نہیں۔ سو برباد وہ شجر ہے کہ جس کا ثمر نہیں۔ گم نام وہ بشر ہے کہ جس کا پسر نہیں۔ کتاب استاد کامل فہرست پرچہ تشخیص لاولدی ایک ٹکٹ بھیج کر منگوائے۔ جن مایوسین نے زندگی دوبارہ پائی۔ اور جن کی دلی مراد بر آئی۔ ملاحظہ فرمائیے۔ تشخیص مرض کے بعد بذریعہ خط و کتابت علاج ہو سکتا ہے۔ طریق استعمال دوا و غذا پرہیز ملحقہ ڈبیہ سے واضح ہوگا۔ والیان ریاست و اہل حسب منشاء خود شرائط مندرجہ سے مستثنیٰ ہیں۔

نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی	نمبر	نام مرض	رقم پیشگی
۱	جس کے اولاد نہ ہو	ع۵	۱۰	قولنج دوری	صہ	۱۹	لقوہ	عا	۲۸	نل آنتا	صہ
۲	جسکے اولاد چھوٹی مر جاوے	صہ	۱۱	سوزاک	صہ	۲۰	بھگندر	عا	۲۹	طول و عرض و عمق کو زائد	صہ
۳	جسکا حمل ۳-۶-۸ ماہہ گر جاوے	صہ	۱۲	سرعت	عا	۲۱	ناسور	عا	۳۰	خضاب سالانہ	عا
۴	جسکے لڑکیاں ہوں لڑکا نہ ہو	صہ	۱۳	جریان	عا	۲۲	بواسیر خونی و بادی	صہ	۳۱	نزلہ و زکام	عا
۵	کمزوری	ع۵	۱۴	غلط کاری	صہ	۲۳	ادھرنگ	ع۵	۳۲	تسہیل ولادت	عا
۶	مرگی	صہ	۱۵	گنٹھیا	عا	۲۴	ضیق النفس	ع۵	۳۳	ہیضہ مجرب المجرب	عا
۷	تپ دق	ع۵	۱۶	سفیدی آنکھ	عہ	۲۵	لیھو	صہ	۳۴	تیجا۔ چوتھیا۔ روزانہ	عہ
۸	ضعف باہ	صہ	۱۷	ضعف بصر	عا	۲۶	آتشک	صہ	۳۵	ضعف ہضم	عہ
۹	ضعف جگر	عا	۱۸	سبل	عا	۲۷	آتشک گل بدن	ع۵	۳۶	صرسام	عا

المشتہر شیخ نظام الدین حکیم امرتسر چوک ڈیوڑھی کرموں

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ سرجن میکل اگزامیر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں۔ میڈیکل کالج کے پروفیسروں۔ نامور ڈاکٹروں۔ والیان ریاست اور ولائت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت۔ تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سرخی۔ ابتدائی موتیا بند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ۔ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور دویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے۔ کہ عام خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے۔ مبلغ عہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ مبلغ تین روپیہ۔ خالص ممیرا فی ماشہ بیس عدد روپیہ مصری سرمہ فی تولہ ۴ر خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ نقلی و جعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہئے۔ **المشتہر** پروفیسر مہتا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ۔ ضلع گورداسپور (پنجاب)

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے؟

۱۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سرمہ جو پروفیسر مہتا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے۔ بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کیلئے تو بمنزلہ اکسیر ہے۔ آنکھوں سے پانی کا جانا۔ دھند۔ سوزش ہر قسم جسکو عموماً آشوب کہتے ہیں۔ جلن۔ کمزوری نظر۔ ناخونہ۔ بار اندر کی جھلی کا زخم اور ان سے پیدا کرنا۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیائی شے نہیں ہے۔ اس لئے ہر کسی کیلئے استعمال مفید ہے۔ مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے۔ اس لئے میں بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سرمہ ضروری مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر ڈی۔ ایم۔ مساگر صاحب بہادر ایم بی۔ ایم۔ ایس سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ۔ (انگلینڈ) امرتسر۔

۲۔ میں بڑی خوشی سے ممیرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ پروفیسر مہتا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے تیار کیا ہے میں نے اس کا تجربہ اپنی ایک بر علاج مسماۃ انجم دیوی بعمر ۵۴ سال سکنہ لاہور پر کیا ہے۔ مریضہ مذکورہ کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد خورد دانے نکلے ہوئے۔ اور پڑوال پڑتے تھے۔ آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا۔ اسکی بینائی میں اسقدر فرق آگیا تھا۔ کہ سوئی دھاگا بھی نہیں پرو سکتی تھی۔ اور ان اشیاء کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی۔ مریضہ مذکور نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا جسکا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اس نے امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خان ایل ایم۔ ایس اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور۔ سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور۔

۳۔ جناب پروفیسر مہتا سنگھ صاحب تسلیم بصد تعظیم شاید آنجناب کو یاد ہوگا۔ کہ بندہ نے آپ سے ممیرے کا سفید سرمہ منگوایا تھا۔ جس نے جادو کا اثر دکھلایا۔ یعنی ایک دوکاندار کے دو لال کی آنکھوں میں پھولا پڑ گیا تھا۔ اور بسبب پیچ پھولے کے ہونے کے نظر قطعی بند ہو گئی تھی۔ لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا روپوش ہو گیا اور پتلی صاف شفاف ہو کر نظر بدستور قائم ہو گئی ہے۔ اور مریض دعاگو ہے۔ بندہ بھی بصد شکر گذاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو آپ نے ایسی نافع دوا کو اس قدر قلیل قیمت پر لگا کر خاص و عام خلق خدا پر بہت احسان و ثواب کا کام کیا ہے۔ لہذا بندہ بخدمت ہر خاص و عام بلا تعلق تاکید کرتا ہے۔ کہ ہر وقت مبتلا ہونے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو اس اکسیر الکحیات چشم (سرمہ ممیرہ) کے استعمال کرنیکا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں۔ لہذا ملتمس ہوں۔ کہ دو تولہ ممیرے کا سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنایت فرماویں۔ راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ ہاسپٹل اسسٹنٹ کوٹ گڑھ ڈسپنسری شملہ۔

۴۔ جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے۔ جس کا علاج حکماء اور ڈاکٹران لاہور مثل ڈاکٹر پیری صاحب اور کیپ وغیرہ نے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آپ کے سرمہ سے تخفیف ہوئی۔ اب صرف دھند اور کم طاقتی ہماری چشم میں ہے اور ایک تولہ سفید سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں۔ دستخط سردار صالح محمد خان درانی شاہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر فیض محمد خاں صاحب مرحوم والی ملک ترکستان۔ ۶ مارچ ۱۸۹۶ء

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں۔ ایک کو بھی فرضی ثابت کرے اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جاویگا۔ جو لاہور کے الائنس بینک ۱۰ مارچ ۱۸۹۵ء کو جمع کیا گیا۔

شیخ یعقوب علی۔ تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے لئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپکر شائع کیا گیا

ایڈیٹوریلز

مہدی آخرالزمان

اور

ہم اور ہمارے مخالف مسلمان

نمبر ثالث

قابل توجہ گورنمنٹ

پچھلے نمبر کے مطالعہ سے یہ امر خوب طور پر واضح ہو گیا ہے کہ خلافت کے حصول کیلئے کس کس قسم کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اگر مہدی کے آنے کی پیشگوئی نبوی علیہ التحیۃ والصلوٰۃ ہوتی۔ تو بنی فاطمہ یا بنی امیہ وغیرہ میں سے ہر ایک اپنی خاندان میں مہدی کے ہونے کا دعوے کیوں کرتے۔ علاوہ ازیں جب کبھی بنی فاطمہ یا بنی عباس کی طرف سے کسی پیشگوئی کی بنا پر مہدی کا پیدا ہونا مشتہر کیا گیا تو خلافت بنی امیہ نے کبھی اُسکی تردید مشتہر کرنے کی کوشش نہیں کی کہ حضرت اقدس بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی پیشگوئی درباره مہدی نہیں فرمائی۔ اور نہ آئندہ کوئی مہدی آنے والا نہیں ہے۔ بلکہ مدعی کو جھوٹا دعوے دار قرار دے کر اس سے مقابلہ کیا۔ اس سے صاف طور پر یہ امر سمجھ میں آ سکتا ہے۔ کہ بنی امیہ کو اس امر کا تو خیال ضرور تھا۔ کہ کوئی مہدی آئندہ آنیوالا ضرور ہے۔ اور جسکی بنا اور وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی ضرور فرمائی تھی۔

ابو داؤد نے جو حدیث ام سلمہؓ سے روایت کی ہے وہ ممکن ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے فساد کی خاطر جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے وضع کیگئی ہے لیکن اسکو مہدی آخرالزمان کی بشارت سے کیا مناسبت صرف یہ دلیل کہ ابو داؤد نے اسکو باب المہدی میں بیان کیا ہے۔ اس امر کی کوئی تسلی بخش اور کافی دلیل نہیں ہے۔ غایت ما فی الباب اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مؤلف نے ترتیب میں غلطی کھائی۔

الغرض بلا شبہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضور بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی طرف سے ایک آنیوالے مہدی کی پیشگوئی اور بشارت ہوئی ہے اور ضرور ہوئی ہے۔ ۔۔۔ یہ امر جو بشارہ مہدی کے متعلق مشکوک ہے اور جسپر فاضل محققین کو شبہ ہے یہ ہے کہ احادیث متعلقہ مہدی کے راوی جرح اور تحقیق کی تاب نہیں لا سکتے اور ہمارے اپنے خیال اور تحقیق سے یہ امر بہت کچھ قرین قیاس اور قابل وثوق ہے اور ہم اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ ان احادیث کے راوی ایسے ہیں۔ جنپر نکتہ چینی اور جرح کی نسبت کچھ گنجائش ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نکال لینا اور یقین کر لینا کہ اسی وجہ سے یہ احادیث صحیح نہیں غلط ہے۔ اور بالکل نادرست۔ کیونکہ یہ امر بالکل قرین قیاس ہے بلکہ ہمارے تجربہ میں روز آتا ہے کہ بعض خبریں جو بالکل صحیح ہوتی ہیں۔ ایسے وسائل سے ہمارے پاس پہنچتی ہیں جو غیر معتبر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم اُن کو غلط اور افواہ قرار نہیں دیتے اور نہ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ صرف ایک سوفسطائیوں کا خیال ہے مثلاً اگر کوئی شخص منطق کا ایک قضیہ جما کر کہے کہ ہر ایک چیز جو چمکتی ہے سونا نہیں اور پھر کہے کہ سونا چمکتا ہے۔ اسلئے سونا بھی سونا نہیں ہے تو یہ بالکل ایک مغالطہ یعنے **اُغلوطہ فلسفی** ہے۔

اس بنا پر گو ان احادیث کے راوی جرح کے تحت میں آتی ہیں اور البتہ بہت کچھ نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ جرح اور نکتہ چینی اس بات کی مستلزم نہیں کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ بہرحال ہم اس امر پر زیادہ زور دینا نہیں چاہتے بلکہ ہم یہ تسلیم کر لیں گے کہ مہدی کی نسبت احادیث تمام تر غیر کافی ہیں۔ مگر ایک امر زیادہ قابل غور اور اہم سوال یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ مسیح موعود کی احادیث کو محدثین نے بالاتفاق صحیح قرار دیا ہے۔ جس سے کم از کم یہ سوال تو حل ہو جاتا ہے۔ کہ آئندہ ایک نبی یا امام کے آنیکی متعلق نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام نے ضرور بشارت فرمائی ہے۔

اب قابل غور اور زیر بحث یہ امر ہے۔ کہ آیا مہدی اور مسیح دو جدا جدا اماموں کا نام ہے۔ یا ایک ہی شخص واحد کے دو نام ہیں۔ جو بلحاظ خدمات اور مناصب کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ یہ سوال فی الحقیقت بہت کچھ دلچسپی اور حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس پر ہم بھی پوری روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اپنے زمانہ کے فاضل الدہر ابن قیم نے اپنی کتاب منار میں اس پر خوب روشنی ڈالی۔ اور نہایت معقولیت کیساتھ اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ ابن قیم کہتا ہے۔ کہ مہدی کے بارہ میں چار مختلف قول ہیں یعنے محققین نے چار مختلف طور پر اپنی رائے اس کے متعلق ظاہر کی ہے۔ جن میں سے ایک گروہ عالموں کا اس پر ہے۔ کہ امام مہدی ابن مریمؑ ہی ہوگا چنانچہ ابن ماجہ اور حاکم اپنی کتابوں میں اسی روایت کو لائے ہیں کہ لا المہدی الا عیسیٰ ایسے قوی اور واجب التسلیم سندات کے ہوتے ہوئے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ کیوں اس سے انکار کیا جاوے اور کیوں یہ تسلیم نہ کیا جاوے کہ عیسیٰؑ اور مہدی ایک ہی شخص کی دو جدا گانہ اور مختلف نام ہیں۔ جس کو استعارہ کے طور پر یوں کہدیا جاوے کہ ایک ہی شمع ہے مگر دو مختلف فانوس ہیں۔ آفتاب وہی ہے لیکن مطلع اور ہے۔ اور اس خیال کو اور بھی تقویت ہوتی ہے جبکہ احادیث کے مضامین پر تعمق اور غور سے نظر کیجاوے اور صاف طور پر یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ نفس الامر میں ایک ہی امام کے نام ہونگے۔ اور وہ دو مختلف اشخاص ظاہر نہیں ہونگے۔ چنانچہ بخاری کی صحیح سے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے یہ پایا جاتا ہے کہ مسیح حکم عادل ہو کر آئیگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت نصرانیت کا غلبہ یا اقتدار ہوگا۔ **نصرانیت** سے مراد وہ مذہب ہے جو مسیح علیہ السلام کے بعد پولوس نے جو اوائل میں نصرانیت کا سخت مخالف تھا پھیلایا۔ اور بعد میں اپنے تئیں عیسائی ظاہر کر کے اپنی تعلیم بلا کر اپنے خیالات کو رواج دیا۔ جو اب ربع مسکون پر پھیل رہا ہے۔ ہمارے نبی کے زمانہ میں نصرانیت سے گورنمنٹ انگلشیہ مراد لینا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام کی اپنی پیشگوئیوں سے جو انہوں نے مسیح موعود کی بشارتوں کے متعلق اجمالی طور پر بیان کیں پایا جاتا ہے۔ کہ جس زمانہ میں دوبارہ نزول ہوگا اُس وقت سلطنت کی ویسی حالت ہوگی۔ جیسی کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ تاریخ اور مراسلات پر غور کرنے سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سلطنت ایک پُرامن اور بالکل گورنمنٹ انگلشیہ کا مبارک عہد تمام سلطنتوں سے بڑھکر مفید اور امن بخش ہے۔ جس میں سلامتی اور برکتوں کی بارش ہوتی ہے۔ اس لئے یہ امر کبھی بھی قرین قیاس نہیں کہ وہ مسیح یا مہدی جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دین کو تازہ کریگا اور اسکی سنت کو دوبارہ رائج کریگا اور رحمۃ للعالمین صلعم کا سچا مقتدی اور متبع ہوگا۔ پھر ہم سمجھ نہیں سکتے کہ وہ سلطان الوقت خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی یا بیدین ہو یا دیندار ظل اللہ سمجھکر اور اُن کے اس کے خلاف کیوں کر کریگا اور پھر ایسی حالت میں کہ وہ عادل اور فراخ دل ہے جسنے ہر ایک قسم کی آزادی تبلیغ مذہب اور اشاعت اسلام کی

دے رکھی ہو۔ بلکہ جسکا مبارک عہد تمام عہدوں اور زمانوں سے زیادہ مبارک اور پُر فتح ہو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ہمارے مخالف مسلمان مسلمان کہلاکر اپنے تئیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر سچا عامل قرار دیکر بھی نصرانیت سے مراد گورنمنٹ نصرانیہ لیتے ہیں۔ یہہ انکی غلط فہمی ہے۔ اور بڑی بھاری غلط فہمی ہے۔ چونکہ درمیانی طور پر یہہ امر قابل بحث آگیا ہے۔ اسلئے ہم اسپر ہم ذرا وضاحت سے بحث کرکے پھر نفس مضمون کیطرف عود کرینگے۔ اس مقام پر اپنے مخالف مسلمانوں کو عموماً اور اپنی مہربان اور عادل گورنمنٹ کو خصوصاً توجہہ دلاتے ہیں۔ کہ اس شخص نے جو دُنیا میں عیسے مسیح کے نام سے آیا ہے اور جسکا مشن دُنیا کو ہر ایک قسم کی بدعتوں سے نجات دینا اور صلح اور سلامتی کے ساتھ دُنیا میں سچائی کو قائم کرنا ہے کیس خوبی اور خوش اسلوبی سے ان مقامات کو حل کیا ہے۔ جو اپنے مقام پر جو اس مسلسل مضمون کے آخر میں ہوگا۔ بیان ہونگے۔ اللہ اللہ کیا ایسا شخص اور اُسکی جماعت گورنمنٹ کی بدخواہ ہوسکتی ہے؟ جو یہ ظاہر کرے کہ! دُنیا کے بادشاہوں کو ان کی بادشاہیاں مبارک ہوں۔ ہمیں اُن کی سلطنت اور دولت سے کچھ غرض نہیں۔

ہماری آسمانی بادشاہی ہے۔

اور جو کوئیں وکٹوریہ امن بخش
اور محفوظ عہد پر فخر کرے۔ اور
مادر مہربان کے پر امن زمانہ میں
پناہ لے۔ یا وہ لوگ جو یہ خیال راسخ
کئے بیٹھے ہیں۔ اور اُس کی مخالفت
کو ایک راستبازی اور تقوی شعاری
کا کام جانتے اور کہتے ہیں۔ کہ نہیں
یہہ غلط ہے۔ بلکہ دولت
اور ملک کا خواہاں
سلطنت کی ہوس
رکھنے والا امام
مسیح اور مہدی
کے نام سے آئیگا!
العجب ثم العجب
!!

رباقی آئندہ)

ولائتی چٹھی

نمبر سوم

سلسلہ کے لئے دیکھو نمبر ۹

گوشت ہفتہ میں ایک بکری ذبح ہوتی ہے۔ اور ہم پانچ آدمی برابر حصہ کر لیتے ہیں۔ کیلا شکر قندی پپیہ کا پھل بہت ہیں۔ قریباً اسی ترکاری لگے اس جگہ پر ہیں۔ کمپالہ اچھی بستی ہے مگر ہر چیز بہت مہنگی ہے ایک بوٹ کی قیمت ؏ روپیہ۔ شکر ایک سیر صہ روپیہ کی۔ دیا سلائی ۱۲ مہر کپڑا ایک روپیہ کا ایک گز۔

ہم ۳۰ جون ۱۸۹۷ء کو ممباسہ سے چلے تھے۔ ۲۸ جولائی کو ہم کوکو یو پہونچے (یہہ مقام ممباسہ سے ۳۰۰ میل پر ہے۔ اور اسی کے پاس بعض اقوام افریقہ نے اب انگریزوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہے۔ جس کے لئے فوجیں ہند سے آرہی ہیں۔ اس مقام پر ریلوے کی بھی ایک سروس پڑتی ہے) چونکہ ہمارے راستہ کے علاقہ میں بیماری چیچک تھی۔ اس ۸ روز قرنطین میں رہے۔ (صاحبان انگریزی راستہ میں چوکیاں قائم کی ہیں۔ اون کو اس قسم کے اختیارات ہیں۔ اور اکثر سوداگران عاج کی حفاظت وصول محصول وغیرہ یہ چوکیاں کرتی ہیں۔) بعد ازاں قلعہ میں داخل ہوئے۔ کوکو یو کے درمیان راستہ میں بے شمار شکار رہے۔ (کیو نیری ممباسہ سے میل ہے۔) ہرن۔ گورخر۔ جنگلی بھینسے۔ گینڈے۔ نیل گائے۔ گلوں کے گلے ہیں۔ فقط ایک گلہ گورخر میں ۳۰۰ گورخر تھے۔ شتر مرغ نہیں ہوتے۔ یہاں آکر ہمارے چاول اور شکر خلاص ختم ہو گئے۔ پھر یہاں سے کپالہ تک سوائے جوار کے آٹے کے کچھ نہیں ملا۔ زیادہ گذارہ گوشت پر تھا۔ یہاں دودھ۔ دہی گھی۔ گنا۔ مکھن بہ کثرت ہیں۔ ممباسہ سے یہ جگہ ۳۵۰ میل ہے۔

یہاں سے آگے مسائی لوگ (ایک افریقہ کی جنگ جو سخت قوم ہیں۔ اون کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہہ لوگ بڑے رہ زن۔ بہادر۔ لڑاکے۔ اور مضبوط ہیں۔ بالکل ننگے۔ صرف کاندھے پر ایک کھال بکری کی چھوٹی سی رکھتے ہیں۔ بدن طرح طرح کے رنگوں سے رنگتے ہیں۔ ڈھال اور نیزہ ہر ایک کے ہاتھ میں ہے۔ خانہ بدوش ہیں۔ بھیڑ بکری گائے۔ ہر ایک کے پاس دو دو سو تین تین سو تک ہے۔ پہلے یہ لوگ مشرق کو کب ویریمی تک اور مغرب کو جھیل وکٹوریہ نیانزا تک لوٹ مار کرتے تھے۔ اور سینکڑوں آدمی اور قافلہ تباہ کر دیتے تھے۔ مگر اب ان کی طاقت بہ سبب انگریزوں کے آنے کے ٹوٹ گئی ہے۔ تاہم اب بھی اکیلے دوکیلے کو جان سے مار ڈالتے ہیں۔ یہاں پر بابو محمد بخش اور عبد الصمد سے ملاقات ہوئی (یہہ دونو صاحب ریلوے ملازم سروس کے لئے عرصہ ایک سال سے آگے گئے ہوئے ہیں۔ اور اوس طرف سے ممباسہ کو سروس کرتے واپس آرہے ہیں)۔

یہاں سے روانہ ہوکر ۱۲ دن کے بعد شموتی پہونچے۔ راستہ میں تین تین بڑی بڑی جھیلیں آتی ہیں۔ نے واشا۔ المنٹیٹا۔ اور نکورو۔ مذکورۃ الآخر جھیل کھارے پانی کی ہے۔ شموتی تک بالکل جنگل ہے۔ یہہ جگہ بہت سرد ہے۔ اور سطح سمندر سے ۸۵۰۰ فیٹ اونچی ہے۔ یہاں سے چل کر ایسے گنجان جنگل میں داخل ہو گئے۔ کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ۵ روز تک برابر اندھیرے میں چلتے رہے۔ بڑے بڑے درخت جو آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ سورج کی روشنی نہیں دیکھنے دیتے۔ بے شمار نہریں ان درختوں میں بہ رہی تھیں۔ جنگل سے نکل کر پانچ دن کے بعد نانڈی میں داخل ہوئے۔ جہاں ڈاکٹر خدا بخش مقیم ہے۔ (یہہ ایک بنگالی ڈاکٹر ہیں۔ اول ریلوے میں تھے۔ لیکن بعد ازاں ان کی سروس سول محکمہ میں ہوئی۔ اور یوگنڈا گئے ہیں)۔ ... مصالحہ کا نام یہاں عنقا ہے۔ صرف مرچ و نمک بطور تحفہ کے سمجھا جاتا ہے۔

نانڈی سے چل کر یوگنڈا تک ملک آباد ہے۔ کو ...... (راستہ میں کسی بستی کا نام) میں مرد و عورت بالکل مطلق مادر زاد ننگے ہیں۔ .... جیسے ذکر نہیں کیا مساعی عورتیں (جس قوم کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) کھال کا کپڑا ایک کمر سے گھٹنے تک اور دوسرا کندھوں پر رکھتی ہیں۔ زیور اون کا لوہے کی بے شمار تاریں ہوتی ہیں۔ پنچھے گلے میں۔ گھٹنے سے لے کر ٹخنے تک کندھے سے لے کر ساعد تک سوتی تار کا جوڑا۔ اور بہیر یا یکے زنجیریں (لوہے اور پیتل کی) کوئی تیتیس یا چالیس گلے میں لٹکاتی ہیں۔ گو رنگ کی سیاہ ہیں۔ مگر ممباسہ والوں سے خوبصورت ہیں۔

غرضکہ دو اکتوبر کو ہم وکٹوریہ نیانزا کے کنارے پر پہونچے بہت بڑی جھیل ہے۔ چونکہ Steam Launch و (ایک چھوٹا دخانی جہاز) ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس لئے ہم اس کے کنارہ کنارہ شمال مغرب کو روانہ ہوئے۔ ۶۔ دن کے بعد اوسوگا کے علاقہ میں داخل ہوئے۔ جو علاقہ یوگنڈا کا ایک حصہ ہے۔ بہت زرخیز ہے۔ کیلا بے شمار ہے۔ ۲۔ دن تک ہم چلتے رہے ہیں۔ اور دوسری چیز نہیں دیکھی۔ پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے تمام ملک سرسبز اور باغ کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

اوسوگا کی چھاؤنی جھیل کے عین کنارہ پر ہے۔ یہاں ایک خلیج ہے۔ جو ہم نے کشتیوں میں بیٹھ کر عبور کی یہاں سے دریائے نیل نکلتا ہے۔ دوسرے کنارہ پر یوگنڈا کا علاقہ ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کو کمپالہ دار الخلافہ یوگنڈا میں داخل ہوگئے یہاں سب گھر گھاس کے ہیں۔ قریب ۷۰ کے ہندی سنتری ہیں۔ اور ایک کمپوڈر ہے۔

دو ہندوستانی ڈاکٹر ایک علاقہ پوڈو میں جو جھیل کے مغربی کنارہ پر ہے۔ اور دوسرا پورٹ ایلس میں جو یہاں سے دو دن کا راستہ ہے۔ جھیل پر انگریزی بستی ہے۔ کمپالہ سے لے کر مندری تک راستہ بہت قریب ہے۔ ہزار فیٹ اونچی ہے۔ اور پانی بے شمار بعض جگہ گھٹنے تک بعض جگہ گھٹنے تک ...... غرضکہ بڑا بھاری جنگل ہے۔ اور بے شمار ہاتھی اسمیں ہیں۔

تمام ہاتھی دانت جو ممباسہ۔ زنجبار۔ باگالویو۔ دار السلام کو جاتا ہے۔ یہاں سے ہی جاتا ہے۔ سب سوداگر پہلے یہاں دفتر میں محصول داخل کرتے ہیں۔ پھر ان کو اجازت ملتی ہے۔ پرسوں ایک دانت وزن میں ایک سو بیس پونڈ یعنے ساٹھ سیر کا نکلا۔

سنا ہے کہ پنجابی پلٹن یوگنڈا کو آرہی ہے خدا وہ وقت جلد لاوے .... فقط۔

ہمارے دوست رحمت خاں کے اور بھی خطوط حالات سے پر ہمارے پاس ہیں انشاء اللہ تعالیٰ روانہ کئے جائیں گے۔

سرمن (خطبہ)

جو مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ۸ اپریل کو دیا

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد و الہ واصحابہ اجمعین۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعہدی اوف بعہدکم وایای فارھبون وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا و ایای فاتقون ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون واستعینوا بالصبر والصلوۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون

سورہ فاتحہ یعنے الحمد شریف جو ہم کو اللہ تعالے نے سکھائی ہے۔ اوس میں اسی امر کی بڑی بھاری اور ضروری تعلیم دی ہے۔ کہ ہم اون لوگوں کی راہ تلاش کریں۔ جو اللہ تعالے کے نزدیک مقبول ہوئے ہیں۔ اہدنا الصراط میں بڑی فکر کی ضرورت ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ جو بات تجربہ کے معیار پر کامل العیار ثابت ہو چکی ہے۔ اوس سے بہتر دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔ عربی زبان میں ایک عام ضرب المثل ہے۔ سل المجرب ولا تسئل الحکیم۔ تجربہ کار سے دریافت کر نہ حکیم سے۔

اللہ تعالے اہدنا الصراط المستقیم کی ہدایت کر کے صراط الذین انعمت علیہم میں اوس اندیشہ اور وہم کو دور کرنا چاہتا ہے۔ جو کسی ویرانی اور نامعلوم بات پر عمل درآمد کرنے سے پیشتر ذہن میں گذر سکتا ہے۔ کہ وہ راستہ ایسا اوپرا نہیں۔ کہ کوئی اوس پر کبھی چلا ہی نہ ہو۔ نہیں نہیں بلکہ وہ راہ ایسا معروف و مشہور عام ہے۔ کہ ہزار در ہزار منعم علیہم اوس پر چلے اور دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ اوس راہ پر چلنے والوں پر کس قدر آلہی فیضان ہوا۔ فی الحقیقت یہہ بات قرآن کریم اور صرف قرآن کریم ہی کو حاصل ہے۔ اور یہہ بزرگی اور امتیاز اوسی سے مخصوص ہے۔ کہ وہ ایسی باتوں کو جو خدا تعالے کی رضامندی اور ناراضی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایسی بدیہی باتوں میں اون کو پیش کرتا ہے۔ کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اون کو سمجھ سکتا ہے۔ اور اس سے بہتر اور آسان ذریعہ سمجھانے کا ممکن ہی نہیں۔ جیسے اگر ادویات کی تاثیریں اور خواص اس طرح بتلائے جاتے کہ اون کی توضیح اور تشریح میں ضخیم ضخیم کتابیں ہی لکھی ہوئی ہوتیں۔ اور کوئی ایک آدھ آدمی بھی تجربہ کر کے اوس پر گواہی دینے والا نہ ہوتا۔ تو میں نہیں سمجھ سکتا۔ کبھی بھی یہہ کام انسانی طبیعت کے قبول کرنے کے لائق ہو سکتا۔ ٹھیک اسی طرح اگر خدا تعالے کی رضا جوئی کے نسخے الفاظ تک ہی محدود رہتے۔ تو اون کا کمال اور حسن ظاہر نہ ہوتا جیسا اب ہوتا ہے۔ وہ لوگ کس قدر ظالم اور بخیل ہیں جو خدا تعالے کے احسان عام اور فیضان کو مختص کرنا چاہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ایک نمونہ قرار دے کر بھی اس امر واقعی کا انکار کرتے ہیں۔ کہ کوئی دوسرا اس راہ پر چل کر وہی فیضان اور فیض نہیں اٹھا سکتا۔ کس قدر غلطی اور کیسی شرمناک غلطی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص یہہ کہے۔ کہ زید تو ایک راہ پر جو لاہور کو جاتی ہے۔ چل کر لاہور پہونچ جاتا ہے۔ اور بکر اوسی راہ پر چل کر نہ پہونچ سکے۔ ایسے خیالات خدا تعالے کے فیوضات کے انکار کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ پس قرآن کریم نے خدا تعالے کی رضا جوئی کے لئے جو راہ تعلیم کی ہے۔ وہ راہ ایسی نہیں بتلائی۔ کہ جس پر کوئی کبھی کوئی چلا ہی نہ ہو۔ نہیں۔ بلکہ اوس کی بابت ہزار ہا تجربہ کرنیوالوں کے پاک نمونے ہر زمانے ہر ملک اور ہر قوم میں گذرے ہیں۔ دور جانے کی بات نہیں۔ اوس مقدس راہ پر چل کر فائز المرام ہونے والا تجربہ کار خود تم میں سے آیا۔ اور تم میں بیٹھا ہوا اوس صداقت کا زندہ ثبوت ہے۔ قرآن نے جو راہ اختیار کی ہے۔ وہ راہ ایسی راہ ہے۔ کہ دنیا کی کسی قوم کو نہیں سوجھی اور سوجھتی کیونکر یہہ انسانی عقل۔ انسانی ارادے اور ذہنی سمجھ کا کام نہیں۔ یہ تو آسمانی نور کی رہبری اور ہدایت کا کرشمہ ہے۔ قرآن نے دو فریق پیش کئے ہیں۔ ایک فریق کہتا

---

[1] جن کے وجود اوس مقدس راہ کے تجربہ کار ہوں ایسے پاک نمونے ہیں جس کی تعلیم اللہ تعالے کا خاص مقصد ہے۔ ایڈیٹر

ہے - کہ ہماری تمام باتیں اپنے ہوا و ہوس کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کریم کی رضا جوئی کے لئے ہیں - اور اوس کے ہی پاک منہ سے نکلتی ہیں - اور اوس امر کے ثبوت میں یہہ کہنا - کہ دیکھو! ہم ایک عاجز انسان ہیں - ہماری جماعت کوئی قومی جماعت نہیں - بالکل مسکین اور مجبور القوم انسان ہیں پھر اس پر بھی تم دیکھو گے - کہ تمہارے زور آور گلوں میں

ہم ہی کامیاب ہوں گے! حقیقت میں یہہ بات ہے کہ ایک نہایت ہی ضعیف اور کمزور فریق ہوتا ہے جسکو دیکھ کر ہر ایک دنیادار معاً یہہ بول اٹھتا ہے کہ یہہ آج نہیں کل ہلاک ہو گا - اس کی ہستی ہی کیا ہے - اوس پر ہر ایک نے اپنے ترکش کے تمام تیر خالی کئے - جو کچھہ کسی کے پاس تھا - اوس کی مخالفت ہی میں صرف کیا - مگر ایک لمبی دوڑ ایک مدت کا مقابلہ ظاہر کرتا ہے - کہ باوجود اس قدر کمزوری اور بے سرو سامانی کے یہہ فریق اپنے زبردست حریف پر جو ہر طرح سے نظر با اسباب دنیا اس قابل تھا - کہ بامراد ہوتا - مظفر اور منصور ہوتا ہے - اور دنیا دیکھتی ہے - کہ ایک عاجز انسان کیونکر ایک قومی جماعت کو زیر و زبر کرتا - اور اون کے منصوبوں کو پاش پاش کر کے فتح پاتا ہے - **لاریب** یہہ نظارہ ایک غور کرنے والے دل کے لئے ایک عجیب نظارہ ہے جو اس میں راز کیا ہے - بات یہہ ہے - کہ اون کی ہر مقابلہ میں کامیابی ہر پہلو میں اون کی فتح یہہ ظاہر کرتی ہے - کہ خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ کی چمکار دکھلاتا ہے - اور یہہ دکھانا مقصود ہے کہ ایک غیب الغیب نصرت اون کے شامل حال ہے - اس سے یہہ بات تجربہ میں آ گئی - کہ جس طریق پر یہہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں وہی طریق کامیابی کا سچا ذریعہ ہے - وہ کامیابی کی راہ وہ خطا نہ کرنے والا طریق وہی ہے - جو سورۂ فاتحہ میں

ارحم الراحمین خدا نے تعلیم کیا ہے - اس دعا کے اندر ایک ایسی خاصیت ہے - کہ دقیق در دقیق خامے اوس میں شامل ہیں - رذیلہ صفات دور ہو کر اون کی جگہ صفات حمیدہ لیتی جاتی ہیں - اور جوں جوں قدم آگے بڑھتا ہے - ایک نیا سرور نئی زندگی حاصل ہوتی ہے - اس قدر احتیاط اور لذت ملتی ہے - کہ بے اختیار ہو کر قدم آگے کو پڑتا ہے - اور یہہ بات ایک مشہودی امر کی طرح محسوس ہونے لگتی ہے کہ بس ہر میدان میں فتح ہی فتح ہے - اوس کے بالمقابل ایک اور وجود دکھایا ہے - جو اس راہ پر نہیں چلنا چاہتا - اور وہ غول راہ بن کر بہکاتا اور ٹھوکر کا پتھر بنتا ہے - لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے - ہر جگہ نامرادی کلفت اور رنج کے خوفناک اور ناقابل برداشت پہاڑ اوس پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتے ہیں - بالآخر رہ جاتا ہے - اور نہیں چل سکتا - آخر فنا ہو کر اپنے مقابل مقدس حریف کی صداقت پر مہر کر دیتا ہے - اس قسم کے مقابلہ کا تاریخ پتہ بتلا سکتی ہے کہ جب سے انسانی ہستی کا نشان ملتا ہے اسی وقت سے یہ مقابلہ ہر آن ہوتا رہتا ہے - اور ہر دم یہ اٹل قانون نظر آتا ہے کہ یہ قوم مظفر و منصور ہوتی چلی جاتی ہے اور مخالف ناعاقبت اندیش مخالف اپنی ہلاکت کا موجب ہوتے جاتے اور ہلاکت کے گڑھے میں ایسے گرتے ہیں کہ دنیا اُن کو نگل کر ہمیشہ کے لئے نام و نشان تک کھو دیتی ہے - غرض تو سورۂ فاتحہ میں خدا نے ایک منعم علیہم کا گروہ بتلایا ہے اور نماز میں فرض کیا کہ اُسی راہ کے لئے پوری تڑپ اور سوزش ظاہر کی جاوے - نہ لفظاً اور عرفاً بلکہ روح میں ایسا گداز پیدا ہو کہ وہ اُس سچی تڑپ کے آثار عین الیقین کی طرح دیکھے - کیونکہ یہ راہ ایک تجربہ شدہ ہے - یہ راہ غولان بیابانی کی راہ نہیں جہاں آبادی کا نشان نہیں اور کسی قافلے یا کاروان کا نقش پا نہیں بلکہ اس پر ہزار ہا ہزار نقش پا موجود اور زندہ نشان میل اور فرسنگ نظر آتے ہیں جو اپنی عملی حالت سے دکھلاتے اور چلن زندگی سے مشاہدہ کراتے ہیں کہ وہ فایز المرام کرنے والی راہ کے زندہ نشان ہیں - فی الجملہ سورۂ فاتحہ میں جو راہ بتلائی گئی ہے یہی ایک راہ ہے جو سلامتی اور کامیابی کی راہ ہے اور اُس کے خلاف چلنا نامرادی کے نشان اور ہلاکت کا سامان بہم پہنچاتا ہے اور یہ امر دعوے ہی دعوے نہیں جس طرح حقائق الاشیاء کا علم تاوقتیکہ تجربہ اور مشاہدہ صحیحہ اس کے ساتھ نہ ہو محض ایک خیالی امر قرار پا سکتا ہے اسی طرح اس راہ کی صداقت کے لئے شواہد موجود ہیں - یعنی جو اُس پر چلے اور فائز المرام ہوئے اور جو خلاف چلے اور نابود ہوئے -

اور سورۃ البقر کے سورۃ الفاتحہ کے بعد شروع ہونے کی فلاسفی یہی ہے -

سورۃ فاتحہ میں ایک دعوے پیش ہوتا ہے اجمالی رنگ میں - سورۃ البقر اس کی دلیل ہے اور تفسیر -

وہ **انعمت علیہم** جن کی راہ کی ہدایت ہوتی ہے کون تھے؟ اور اُن پر کیا انعام ہوئے کس طرح خدا کے فضل نے اُن کو اپنے سایہ میں لیا؟ پھر **مغضوب علیہم** کون تھے؟ اور اُن کی راہوں سے بچنے کی فکر کیونکر انکے نمونہ کو دیکھ کر کرنی چاہئے - ان ساری باتوں کا بیان سورۃ البقر میں جس کا میں نے ایک کونا پڑھا ہے نہایت شرح و بسط سے فرمایا ہے - پس ان باتوں پر غور کر کے ایک سچی تڑپ اور سچے جوش سے انعمت علیہم کی راہوں پر چلنے کی دعا مانگنی چاہئے اور مغضوب علیہم کی راہوں سے بچنے کی توفیق مانگنی چاہئے تاکہ ان غولان بیابانی سے بچ کر انسان منزل مقصود کو پہنچے -

اب اس مقام پر انعمت علیہم اور مغضوب علیہم کا ذکر چھیڑ دیا ہے تاکہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا پتہ لگے اور بصیرت کے ساتھ معلوم ہو جیسا میں نے بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کے راہوں کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قوم بنائی ہے - اُن کے چال چلن کو دیکھ کر تفتیش اور تحقیق کی ضرورت نہیں کیونکہ جس راہ پر وہ چلے اُس راہ پر چلنے کا نتیجہ اُن کی صریح کامیابی ہے - بالمقابل بنی اسرائیل مغضوب علیہم ٹھہر گئے - مغضوب علیہم جب ہی ہوتے ہیں - جب انعمت علیہم کی راہیں دکھائی جاویں - مجرم تب ہی ہوتا ہے جب قانون شائع ہو - پھر اُس کی خلاف ورزی ایسی مجرم قرار دیا جاتا ہے - بنی اسرائیل قیامت تک ایک نمونہ ٹھہر گئے -

جب انسان سورۂ فاتحہ پڑھے تو انعمت علیہم پر ٹھہر کر بنی اسرائیل کی اُس حالت پر غور کرے جو سورۃ البقر میں مندرج ہے - اور کانپتے ہوئے دل سے سوچے کہ انعمت علیہم کے ساتھ ہی مغضوب علیہم کی راہ بھی ہے جو ہلاکت کا کھلا کھلا راستہ ہے اور اس سے بچنے کے لئے چیخ چیخ کر فریاد کرے اور دعا مانگے - ط

نوٹ ۱ط - انسان کی فطرت میں یہ اضطراری حالت واقع ہے کہ جب وہ کسی تکلیف یا مصیبت کو سامنے دیکھتا ہے تو چلاتا اور شور مچاتا ہے - بظاہر اُس چیخ پکار سے کوئی فائدہ مترتب ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا لیکن نفس الامر میں اُسی شور و پکار اور ہائے فریاد میں تسلی اور اطمینان کی روشنی کی جھلک سی دکھائی دیتی ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر مصیبت کے آنے پر بے اختیار انسان رو پڑتا ہے - پس شیطان رجیم چونکہ ہر آن انسان کے بہکانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور انعمت علیہم پڑھتے ہی معاً مغضوب علیہم کا نظارہ پیش نظر آ جانے سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان کی ٹھوکرے ہوشیار اور خبردار ہو کر چلے اور سورۃ الفاتحہ کی اس ترتیب میں ہم کو یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ اگر انعمت علیہم کی راہ کا ذکر ہوتا (دیکھو صفحہ ۶)

یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اُس نے قرآن جیسی محکم کتاب ہم کو عطا کی جو معرفت کے مشکل سے مشکل مسائل کو آسان لفظوں میں حل کر دیتی ہے۔

اے اسرائیل کے بیٹو! میری نعمت کو یاد کرو میں نے اپنے رسول تمہارے پاس بھیجے۔ عمدہ کھانے کھائے۔ ٹھنڈا پانی پیا اور عمدہ لباس پہن لینا یہ کیا چیز ہے بڑی نعمت آلہی یہی ہے کہ خدا کے فضل کے نمونے اور اس کے فرستادے پیدا ہوں جن کی راہوں پر چل کر ابدی روٹی ملی۔ ابدی آسایش کا سامان میسر آئے۔ میری نعمت کو یاد کرو۔ میرے عہد کو تم پورا کرو میں اپنا عہد پورا کروں گا۔ اور اس عہد کے پورا کرنے میں کوئی لالچ عہد شکنی پر مجبور نہ کرے۔

اس آیت میں **مغضوب علیہم** کی پہلی خصلت معلوم ہوتی ہے اور یہ پتہ لگا کہ **مغضوب علیہم** منعم کے سایہ میں ہوتے ہیں۔ انعام آلہی کی سچی قدر نہ کرنا اُس کے غضب تک پہنچا دیتا اور **مغضوب علیہم** کی فہرست میں داخل کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی بیماری جو غضب الہی کو کھینچ لاتی ہے اُس کے عہد کو توڑنا ہے۔

اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا یعنے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر۔ اور یہ ایمان ایسا نہیں کہ تم اس کی نسبت شکایت کر سکو کہ کوئی بدعت ہے اور صحف سابقہ میں اس تعلیم کی کوئی نظیر نہیں بلکہ یہ وہی تعلیم ہے جو کامل اور مکمل ہو کر دنیا میں آئی ہے اور تمہارے انبیاء کی تعلیم اور پیشگوئیاں جو ادھوری اور محتاج تصدیق و تکمیل تھیں اُن کی تکمیل و تصدیق کے لئے آیا ہے اور حق کے ساتھ آیا اور حق لیکر آیا اور وقت پر آیا ہے۔ اس کے معنے اگر سمجھنے ہوں تو ہمارے پاس چابی موجود ہے ہمارے امام نے کہا کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ احمقوں نے کہا کہ کیا نشان ہے قطع نظر اس کے کہ نشان موجود ہیں۔ نشان کی ضرورت تب ہوتی اگر قرآن کے خلاف کوئی سلسلہ قائم ہوتا۔ امام موعود تو بار بار یہی کہتا ہے۔ کہ میں تو قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیئے آیا ہوں۔ اُس مقدس تعلیم کی روشنی پھیلانے اور اغلاط کو برباد کرنے آیا ہوں۔ غور کرنیوالا سوچ سکتا ہے کہ یہ انوکھی بات نہیں ہو سکتی ازبس ضروری تھا کہ اس دعوے کو بلا حجت مان لیتے۔ دیکھو تم اس سنت سے واقف ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جب آئے ہیں تو اول نمونہ کفر کا ان عالموں ہی نے قائم کیا ہے حقیقت میں **اوّل کافر بہ** کے معنی یہ ہیں کہ علماء جو سندوں اور صحاح کو پیٹ میں رکھنے والے ہیں۔ جب یہ تکفیر کرتے ہیں تو پھر عوام اُن کے مقلد ہو جاتے ہیں۔ **اول کافر بہ** میں سمجھا دیا ہے کہ تمہارا حق تو یہ ہے کہ تم **اول مسلم بہ** بنو تم تو اس سنت سے واقف اور خوب ماہر ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت میں مجدد ہوں گے میرے دعوے سے حضور کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے اور تم خوب واقف ہو اور قرآنی عزت اور کلمہ کے بلند کرنے کا دعوے کرتے ہو تم کو چاہئے تھا کہ تم ایسی ٹٹری نہ جماتے کہ لوگ گمراہ ہو جاتے اور خدا کے فرستادہ کا انکار کر کے ہلاکت کی راہوں میں جا پڑتے۔ میں بہت سوچتا ہوں۔ زنا ایک گناہ ہے۔ جس سے زمین پھٹتی اور آسمان پھٹتا ہے۔ مگر **مغضوب علیہم** میں شامل کرنے والا گناہ اُس سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ زنا کی وجہ سے جو آتشک ہو جاتی ہے وہ دو دو چار چار پشتوں کو تباہ کر کے پھر صاف ہو جاتی ہے۔ مگر جو گناہ مغضوب علیہم کے پیچھے آج تک ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ اور قیامت تک پیچھا چھوڑتا نظر نہیں آتا۔ وہ رستباز لوگوں کی چلتی ہوئی گاڑی میں روڑا اٹکا دیتا ہے اور اُن کے کام میں ایک روک ڈالنے کا موجب بنتا۔ اور بہتوں کے لئے ٹھوکر کا پتھر ہو کر رہتا ہے۔ یہ قیامت تک برا نمونہ ہے۔

بنی اسرائیل ہی کو دیکھو کہ ایک قوم ہے جو ایک وقت اُس کی یہ حالت تھی کہ خدا کے فضل اُس پر اس قدر تھے کہ شمار میں نہ آسکتے تھے اور پھر غضب الہی کا پہاڑ اُن پر ایسا ٹوٹا ہے کہ اُنہیں پیس کر ہی رہا کیوں؟ خدا کے فرستادوں اور ماموروں کو جو دنیا کا نور اور روشنی کے فرشتے تھے ان ناعاقبت اندیش بہشت کے ٹھیکہ داروں نے اپنے علم و فضل کے گھمنڈ میں آکر تاریکی کے فرشتے ثابت کرنے کی کوشش کی یہ لوگ ہیں جو خدا سے جنگ کرتے ہیں اور اُس کی راہوں میں پتھر ڈالنے والے ہیں۔ یہ انکار کا گناہ۔ یہ تکذیب کا جرم ایسا متعدی ہے کہ نسل در نسل پیچھا نہیں چھوڑتا اور اس کا وبال و نکال ایسا سخت اور نہ ٹلنے والا ہے کہ قیامت تک ذلیل کئے جاتا ہے۔ ان تکفیر کا فتوے تیار کرنے والوں نے وہی راہ اختیار کی ہے انہوں نے ایک نور کے فرزند اور روشنی کے فرشتے کو تاریکی کا خوفناک ہوّا اور ڈراونی شکل کا غول بیابانی اور اندھیرے کا جن دکھلایا ہے اُنہوں نے اُس کفرنامہ میں ایک مامور کے مقدس خط و خال ایک بھونڈی شکل میں دکھائے ہیں۔ کہ جب اگلی نسل کے پاس جاوے تو وہ اُس مامور کو جس کو خدا نے نور کر کے بھیجا ہے ایک ہوّا اور جن سمجھ کر ڈر جاویں اور اُس سے دُور بھاگیں کس قدر عظیم الشان ظلم اور شرارت ہے۔ کیسی دل کو ہلا دینے والی خوفناک مکروہ حرکت ہے۔ اسکا فکر نہیں کہ اُنہوں نے تکفیر کی۔ یہ رنج نہیں کہ ایک مامور خدا کو ستایا گیا۔ یہ تو سنت اللہ چلی آئی ہے رنج اور فکر کی تو یہ بات ہے کہ ان اندھوں کو تو علم دیا گیا تھا سمجھ اور عقل سے بہرہ وافر ملا تھا اُنہوں نے اسی راہ اوروں کی ٹھوکر کے لئے کیوں طیار کی۔ پس جب **غیر المغضوب علیہم** پڑھا جاوے تو کانپتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے لبوں سے اس ابدی جہنم کی راہ سے بچنے کے لئے دعا کی جاوے کہ اے خدا ان لوگوں کی راہ سے بچا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵ – اور اس کے ساتھ ہی مغضوب علیہم کی راہ کا ذکر نہ ہوتا تو وہ ایسی معنی خیز اور مطلب برار نہ ہوتی بلکہ اسکی ضمن میں ہم اس اعتراض کا جواب بھی پا سکتے ہیں جو اس موقع پر کوئی شخص یہ کہہ کر کر سکتا ہے کہ انعمت علیہم کی راہ کی ہدایت کافی تھی اس لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اس ترتیب سے پتہ لگتا ہے کہ انعمت علیہم کی راہ دراصل ایک ایسی راہ ہے جو مغضوب علیہم اور والضالین کے بیچ میں سے ہو کر گذرتی ہے یعنے ایک طرف تو مغضوب علیہم کی راہ ہے جو تاریکی اور ذلت کے گڑھے کی طرف لئے جاتی ہے اور دوسری طرف والضالین کی خوفناک راہ ہے جو ہلاکت کی اندھیری اور تاریک کوٹھڑیوں میں پہنچاتی ہے اور انکے بیچ سے ہو کر انعمت علیہم کی راہ ہے جو بظاہر کٹھن اور سخت راہ ہے لیکن حقیقت معراج اور صعود کی راہ ہے جو علیین تک پہنچاتی ہے اور قرب الی اللہ کرتی ہے پس اس راہ پر چلنے کیلئے انسان کو جہاں ایک طرف مستعد کمر باندھنی چاہیئے اُس کیساتھ ہی ایک بڑی بھاری احتیاط سے کام لینا چاہئے + اور اسی لئے انعمت علیہم پر پہنچ کر سالک کے دل میں ایک بڑی گھبراہٹ اور اضطرار ہونا تاکہ ایسا نہ ہو ذرا سی بے احتیاطی اور بے فکری سے وہ ان خوفناک راہوں میں سے کسی ایک میں جو اسکے بحث میں دونوں طرف واقع ہیں گر کر جکنا چور کر دے لہذا ایک سچی تڑپ اور گداز روح سے اس مقام پر پہنچکر دعا مانگنی چاہئے۔ ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ سالک راہ نجات کیلئے کٹھن اور صعب ترین منزل یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جسمیں سالک متقی کہلاتا ہے جیسے متقی کیلئے بڑی احتیاطوں کی ضرورت ہے اسیطرح سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے داعی کیلئے کیونکہ انعمت علیہم کی آرزو کرنیوالا انسان ابھی اتقا کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اور فلاح اور نجات کی منزل پر تب پہنچتا ہے جب منعم علیہم کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے پھر اُسے فتوح حاصل ہوتا ہے اور یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کہہ کر ان کو بتلاتے ہیں پھر ہر ایک قسم کی گھبراہٹ اور خطرہ سے وہ دارالامان میں آ جاتے ہیں اور پوری تسلی اور سکینت ملتی ہے

جن پر تیرا غضب ہُوا۔ اور ساتھ ہی اس امر کو ذہن میں رکھو۔ کہ یہ مغضوب کون تھے اور کیوں ہوئے؟۔

وقت چاہتا تھا کہ کوئی نازل ہو۔ زمین پکار پکار کر کہتی تھی۔ کہ آسمان کے دروازے کھلیں۔ تقوی اور طہارت اٹھ گئی تھی۔ مگر افسوس کہ خدا کی ذات اور صفات کے مقابلہ میں حیا و شرم شیر مادر کی طرح پی گئے ایک شخص اُس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آیا جس نے زمین کو دہائی دینے پر مجبور کیا تھا تمہارا کیا بگڑا۔ کیا کوئی نماز کم ہوئی؟ کیا قرآن کا کوئی حصہ کم ہوا؟ کیا ذوق شوق کم ہو گیا؟ پھر اے تکفیر بازی کرنے والے گروہ مولویاں تم اوّل کافر یہ کیوں بنتے ہو میرے نشانوں کے عوض میں تھوڑا مول نہ خریدو۔

یہ دنیا اور ما فیہا آسمان اور زمین بھی آلہی آیات کے بدلے ثمن قلیل ہے۔ محمد رسول اللہ کے بدلے دنیا نہ خریدو۔ رسول اللہ کی پیشگوئیاں آیات بینات کی صورت میں پوری ہو چکی ہیں جو حضور کی کامیابی پر ایک روشن دلیل ہیں اور حضور کی کامیابی اور رفتار گفتار میں اگر وہ شخص جھوٹا ہوتا تو کیا مکہ کے ۱۳ برس اُس کے لئے کافی نہ تھے کیا خیال آسکتا ہے کہ کہ ایک تن تنہا یتیم ایک زبردست قوم کا مقابلہ کرے اور خدا کے سہارے اور ہاتھ کے سہارے بغیر وہ مظفر و منصور ہو جائے کیا انسانی ذہن اور تدبیر کوئی ایسا نمونہ قائم کر سکتا ہے۔ اب اتنی لمبی رفتار اور دوڑ میں اس قدر قرائن قوی تمہارے ہاتھ میں آگئے ہیں کہ تم کو بجز اس کے چارہ نہیں کہ تم اُسے راستباز اور مامور من اللہ مان لو مگر دنیا کا لالچ روکتا اور سد راہ بنتا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہی دنیوی لالچ جو آیات اللہ کا ثمناً قلیل ہے خدا کے غضب کو کھینچ لاتا ہے۔ یہی حال اب تک چلا جاتا ہے۔ نشان پر نشان دیکھتے ہیں لیکن انکار کے گڑھے سے نہیں نکلتے پر نہیں نکلتے۔

ایک مولوی صاحب سے پوچھو کہ متوفی کے معنے عام طور پہ مر گئے ہیں وہ روح اور راستی سے جانتا ہے کہ اس کے یہی معنے ہیں لیکن چونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ بھی موعود کی نشانوں میں سے ایک نشان ہو گیا ہے اس لئے انکار کرتا ہے۔ اور رکیک اور بالکل بے معنی تاویلیں کرتا ہے۔ ہاں اگر موعود نہ آیا ہوتا تو کوئی روک نہ تھی لیکن اب موعود کے ہوتے چونکہ توفی کے معنے ٹھیک کرنے موعود کے وجود کی ایک آیت ہے اس لئے مولوی صاحب کا دل گروہ اجازت نہیں دیتا کہ موت کے معنے کرے۔ اتنا بڑا انسان جو قیامت تک ایک نمونہ ہو کر آیا ہے اُس کے نشان تو بہت بڑے تھے مگر سنت اللہ یونہی ہے اور یونہی چلی جائے گی۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق و انتم تعلمون حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔ اور حق کو چھپاؤ نہیں تم تو عالم ہو جانتے ہو اب حق کو باطل سے ملانے کے لئے بھی دیکھ لو۔ اور اس کی تفسیر کے لئے غور کرو کہ **یا عیسے انی متوفیک ورافعک الی** میں قرآن مجکم نے جو ترتیب ازلی اور محکمانہ رکھی ہے اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نہیں نہیں یہ ٹھیک نہیں معاذ اللہ خدا سے غلطی ہو گئی۔ اللہ اللہ کس قدر بیباکی اور شوخی ہے۔ ناتوان انسان کہاں قدم مارتا ہے اور کس مقدس ذات کی شان میں لب کشائی کرتا ہے کیا یہ ہنسی کی بات نہیں؟ دیکھو کیونکر حق سے باطل کو ملا دیا۔ **وانتم تعلمون** یہ لفظ خدا کے غضب کو کھینچنے والے ہیں۔ روحیں خوب جانتی ہیں کہ ہم بے ایمانی کرتی ہیں۔ دعوے کرنے والا سچا ثابت ہوتا ہے مگر جان بوجھ کر گواہی نہیں دیتے اب بیرونی ثبوت دیا۔ **واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین**۔ جس جماعت کی شمولیت کا حکم دیتے ہیں یہ خدا کے فرمانبرداروں کی اعلیٰ جماعت رسول اللہ کی جماعت ہے۔ مگر **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم**۔ لوگوں کو تو تم حکم دیتے ہو۔ کہ ہر ایک انسان سے نیکی کرو مگر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُس کی جماعت کے ساتھ خود یہ سلوک کرنا چاہئے۔ کہ غیظ و غضب اور سب و شتم کر کے رکھ دیا جاوے اور کوئی دقیقہ ازار رسانی کا باقی نہ رکھا جاوے۔ **وانتم تتلون الکتب** تم تو کتاب اللہ میں پڑھتے ہو مگر انسان جب تک اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہ نکالے دوسرے کی آنکھ کا تنکا کب نکال سکیگا پھر آخر کار نمونہ بھی دکھایا اور الہی کتابوں اور اُسکی دائمی سنت کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اس کے بعد فیصلہ حق و باطل کا عجیب ذریعہ بتلایا کہ تم دعاؤں اور روزوں کے ساتھ رات کو اٹھ اٹھ کر گڑگڑا کر دعائیں مانگو کہ اے مولا کریم ایک شخص کہتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ ہم تیری رضا کے خواہشمند ہیں اگر وہ سچا ہے تو تو اطمینان اور سکینت عطا کر اور خواب یا کشف کے ذریعے اُس کی سچائی ہمارے دل پر ظاہر کر دے اور دل کو ٹھیک طرف متوجہ کر دے ٹھیک اسی مضمون اور منشاء کو پورا کرنے والا اشتہار ہمارے امام کی طرف سے شائع ہوا اور میں سچ کہتا ہوں کہ طالب حق کے لئے اُس سے بڑھ کر اور کسی نشان اور آیت کی ضرورت نہ تھی وہ کافی تر تھا۔ رات کے اندھیرے میں تاریک کوٹھری میں جب نیچر سویا ہُوا ہے۔ ایک انسان مولا کریم کے حضور دعا مانگتا ہے۔ پھر اُس وقت خدا کا فضل اُس کی دستگیری کرتا ہے۔ ہمارے حضرت امام نے بھی یہی فرمایا کہ تم دعائیں مانگو میں اگر حق پر ہوں تو خدا تعالے تم پر میرا حق پر ہونا ظاہر کر دے گا۔ مگر نادانوں نے اس پر بھی توجہ نہ کی۔ اب اس قدر بیرونی اور اندرونی شواہد کے قائم ہو جانے کے بعد اور طریق تصفیہ بتلا دینے پر بھی اگر کوئی حق کی طرف نہ آئے اور خدا کے فضل سے بہرہ ور نہ ہو تو اس میں قصور کس کا پھر اتمام حجت ہو جانے پر خدا کے غضب کو کون روک سکتا ہے۔ اور آسمانی بجلی کو کون کہہ سکتا ہے کہ اسے بجلی آسمان سے نہ گر۔ مگر دھڑکے والے لوگ۔

خدا ہم سب کو اپنے فضل سے اُس راہ پر قائم رکھے جو انعمت علیہم کی راہ ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و صلی اللہ علی نبیہ محمد و الہ اجمعین۔

ایک خط اور اُسکا جواب

مندرجہ ذیل ایک خط جناب مولانا مولوی نور الدین صاحب کے نام لکھا گیا تھا۔ چونکہ اس خط کے جواب کی بذریعہ الحکم خواہش کی گئی تھی۔ لہذا جناب ممدوح نے یہ کارڈ ہمارے سپرد کیا۔ جس کو ہم مع اوس کے جواب کے شائع کرتے ہیں۔

ایڈیٹر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ژا

نحمدہ و نصلے علے رسولہ الکریم لو ژلو

جناب مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ ایک روز قرآن شریف کی تلاوت کرتے کرتے بندہ کی نظر ان آیات شریف پر پڑی۔ جو س ۳۔ پ ۳۔ اور س ۷۔ پ ۱ میں موجود ہیں۔ یہ آیات شریف انجیل کے حواریوں کی قصہ کے برخلاف پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف حواریوں کو ہر ایک عیب سے بری کرتا ہے۔ جو عیب کہ انجیل نے حواریوں پر لگائے ہیں۔ اب ہم بہت حیران ہیں کہ قرآن شریف کا مضمون تو ٹھیک ہے۔ مگر انجیل نے کسی کو ملعون اور شیطان اور کسی کو مسیح کی ہتیلی سے روپیہ چرانیوالہ۔ اور کسی کو ۳۰ روپیہ لے کر مسیح کا گرفتار کرانیوالا

اور بعضوں کو گرفتاری کے وقت تتر بتر ہو جانے والے کہا ہے۔ اگر ہم سوائے قرآن شریف اُن کی سچی تواریخ کو دریافت کریں تو کہاں سے دریافت کر سکتے ہیں۔

(۲) اور سورۃ یوسف میں یوسف کا اپنے بھائی کے اسباب میں پیالے کا پاس رکھنا۔ اور پھر اس کو پکڑ کر اپنے پاس رکھنا۔ یہ نبیوں کی شان کے شایاں نہیں۔ کیونکہ پہلے عمداً یوسف نے اپنے بھائی کے اسباب میں پیالہ رکھدیا تھا۔ اور پھر اسکو چور بنا کر اپنے پاس رکھا۔ اور قرآن شریف کی آیت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ **جعل السقایۃ فی رحل اخیہ** ٹھیک بتلاتی ہے۔ کہ یوسف نے عمداً پیالہ کو اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا۔ کیونکہ **جعل** کے معنے میں ارادہ پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ **انی جاعل فی الارض خلیفہ**۔ اور پھر اللہ تعالے فرماتا ہے۔ **وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم** وغیرہ بہت سی آیات شریفہ قرآن کریم میں **جعل** کے لفظ سے موجود ہیں۔ جواب پرچہ الحکم میں درج فرما دیں۔ یا بذریعہ کارڈ ضرور عنایت فرما دیں۔

خاکسار۔ عبد السبحان تماکو فروش متصل شفاخانہ سرکاری

فاما الجواب

حواریوں پر قرآن شریف

حواری نفس الامر میں مسیح علیہ السلام کے متبع تھے۔ اور وہ اوس مقدس انسان کی رسالت پر ایمان بھی لائے تھے۔ یہ بات بالکل ٹھیک اور واقعی امر ہے۔ کہ ایک راستباز اور پاک انسان کے صحبتی ناپاک اور بدنام کنندہ عنوانے چند ہو نہیں سکتے۔ پس برخلاف اس امر کے جو قرآن کریم نے حواریوں کی نسبت فرمایا۔ کوئی بھی پختہ اور قابل پذیرائی ثبوت اون نامعقول باتوں کا جو حواریوں سے منسوب کی جاتی ہیں کسی کے پاس قطعاً نہیں۔ ہاں اناجیل موجودہ کی بابت اگر کہو تو یہ ایک مسلم اور فیصلہ شدہ بات ہے۔ کہ انجیل متی اور یوحنا حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔ اور لوقا اور مرقس غیر حواری اشخاص کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہوگا۔ کہ ان اناجیل کے سر پر ان لوگوں کے نام موجود ہیں۔ جن کی طرف وہ اناجیل منسوب ہیں۔ سوا ان ناموں کے حواریوں کا کوئی ذکر قرآن اور حدیث۔ آثار صحابہ و اقوال تابعین اور ائمہ اہل اسلام میں قطعاً موجود نہیں۔

قرآن کریم ایک ایسی انجیل کا پتہ دیتا ہے جو سیدنا مسیح علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی مگر موجودہ عیسائی ایسی انجیل کا سرے سے انکار کرتے ہیں اور کلام مجسم ہو کر لکھ کر سیدنا مسیح علیہ السلام کو وہ فخر بھی نہیں دیتے جو ایک راستباز اور مقدس نبی کو ہوتا ہے یعنے اسکو مکالمہ الٰہیہ کا شرف بھی نہیں دیتے اور اعتقادی طور پر مانتے ہیں کہ مسیح پر کوئی کلام نازل نہیں ہوا اور ان ساری باتوں پر طرہ یہ ہے کہ عیسیٰ کے لفظ کے ہی منکر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسمار کا اشتراک کبھی ہو جایا کرتا ہے اور اُس سے عوام کو ایک قسم کا مغالطہ سا لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ روافض کا علی اور ہے اور اہل سنت والجماعت کے مخدوم جناب علی مرتضیٰ اور ہیں۔ کیا معنے روافض ایک تقیہ باز اور بہت سی نقائص اور عیوب سے معمور علی کو مانتے ہیں مگر بالمقابل اہل سنت والجماعت جناب علی مرتضیٰ ایک راستباز اور مقدس انسان کو مانتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ اسی طرح یہ بھی ایک قسم کی شرکت فی الاسماء ہوگئی ہے ورنہ وہ مقدس انسان جو اولوالعزم نبیوں میں سے ایک اور بنی اسرائیل کے خاندان نبوت کا خاتم تھا وہ وجیہاً فی الدنیا والآخرہ اور اُس کے حواری نحن انصار اللہ کہنے والے راستباز لوگ تھے اور انجیلی مسیح کوئی اور خدا جانے کون شخص تھا ایسا ہی اُس کے حواری بھی اُس کے ہمشکل تجویز کر لئے گئے۔ جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا ہے انجیل کسی یسوع کا ذکر کرتی ہے ہمارے مفسرین نے صاف طور پر لکھا ہے کہ یسوع نام ایک شریر انسان تھا اور وہ پھانسی دیا گیا حالانکہ قرآن کریم صاف طور پر مسیح ابن مریم کی نسبت فرماتا ہے ماقتلوہ وما صلبوہ پس موجودہ اناجیل کا یسوع نامی شخص قرآن کریم کا عیسیٰ بن مریم نہیں ہو سکتا اور نہ یسوع کے حواری سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری قرار پا سکتے ہیں ایسی حالت میں تعجب ہے کہ آپ کیوں حیران ہیں یسوع کے حواری اگر اس کو ملعون اور شیطان کہیں تو ہمارا کیا نقصان ہے ہمارے خیال میں پہلے سوال کا جواب کافی آچکا ہے۔ اور اگر مستفسر صاحب اس پر کچھ اور کلام کریں گے۔ تو زیادہ تشریح کر دی جائیگی۔

باقی آئندہ (ایڈیٹر)

انجمن حمایت اسلام لاہور اور امہات المومنین کے میموریل

پر

سید نامر زا صاحب کی ضروری اور قابل قدر میموریل

پر

پنجاب اوبزرور لاہور کی غلط فہمی

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت بدحالان و خوشحالاں شدم

انجمن حمایت اسلام لاہور نے تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک کتاب امہات المومنین نام کی نسبت (جو کسی ڈاکٹر احمد شاہ نامی مقیم انگلستان نے شیخ محمد حسین بٹالوی کی ایک ہزار روپیہ کی تحدی انعام کے جواب میں تالیف کر کے شائع کی ہے۔ اور جس کی ایکہزار جلدیں بلا درخواست مفت مسلمانوں کے پاس بھیجکر اُن کو صدمہ پہنچایا ہے) گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا ہے۔ چونکہ کتاب مذکور کی اشاعت کامل طور پر ہو چکی تھی۔ اسوقت انجمن حمایت اسلام لاہور کا میموریل ارسال کرنا کوئی معتد بہ اثر پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ ایسے میموریل سے مسلمانوں کا ایک نقصان عظیم ہوتا تھا۔ پس ایک ناصح مشفق نے جو قادیان ضلع گورداسپور کا رئیس اور اسلام اور اہل اسلام کا فدائی ہے اس نقصان اور صدمہ کو محسوس کر کے جو ایسی صورت میں اہل اسلام کو پہنچ سکتا تھا فی الفور ایک میموریل طیار کر کے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں بایں استدعا ارسال کیا کہ انجمن حمایت اسلام کے میموریل کو مسلمانوں کی ضرورت کا کفیل نہ سمجھا جاوے۔ اس موقع پر انجمن حمایت اسلام کو اگر واقعی اسلامی حمیت اور حمایت کا جوش تھا تو چاہئے تھا کہ سید نامرزا صاحب کی سعی کی مشکور ہوتی کہ اُس نے ایک شتاب کاری سے پہنچنے والے نقصان کا انسداد کرنے کی کوشش کی مگر وہ بجائے اسکے مخالفت پر اٹھی۔ اس کی طرف سے ابھی باقاعدہ کوئی عملی کارروائی ظاہر نہیں ہوئی مگر لاہور کے پنجاب اوبزرور نامی اخبار میں ساتویں مئی ۱۸۹۸ء کے اشو میں ایک مضمون سیدنا

مرزا صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے میموریل پر استہزا اور تمسخر آمیز نکتہ چینی کے لباس میں شائع ہوا ہے جس کی ٹون کہہ دیتی ہے کہ اگر کل نہیں تو انجمن کی اگزیکٹو کمیٹی کے بعض ممبر اگر محرک نہیں تو واقف ضرور ہیں۔ بہرحال ہم کو اس سے بحث نہیں ہونی چاہئے کہ انجمن کی تحریک سے وہ مضمون لکھا گیا یا ایڈیٹر صاحب کو خود ہی جوش نے مجبور کر دیا بلکہ ہم اُس مضمون پر معقول طور سے نظر کرنا چاہتے ہیں۔ اوبزرور کی ساری تحریر کا لب لباب اور خلاصہ اگر اُس کی شوخی اور استہزا کو نکال دیا جاوے مندرجہ ذیل امر ہیں:-

اوّلاً - انجمن حمایت اسلام کی غرض نہ تو ترسیل میموریل سے جواب لکھنا ہے اور نہ مولف امہات المومنین پر استغاثہ کرنا بلکہ گورنمنٹ کو اُس رنج کی اطلاع دینا مقصود ہے جو کتاب مذکور سے اُن کو پہنچا۔

ثانیاً - سیدنا مرزا صاحب دام اللہ برکاتہم کا میموریل کبھی باوقعت نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب کا یہ دعوی کہ تعلیم یافتہ اور معزز لوگ میرے ساتھ ہیں ایک گوشہ میں لگر قابل پذیرائی اور جائز نہیں ہے۔

ثالثاً - کتاب کا جواب لکھنا ہرگز ہرگز مناسب نہیں اور معقول اور مہذب جواب جس کا سیدنا مرزا صاحب نے دعوے کیا ہے ہو نہیں سکتا خصوصاً حضرت اقدس سے۔

رابعاً - سیدنا مرزا صاحب اپنے کسی پہلے انگریزی میموریل میں موجودہ میموریل کے متضاد لکھ چکے ہیں۔

خامساً - ایک طرف مرزا صاحب سب و شتم پر صبر اور برداشت کی تعلیم دیتے ہیں دوسری طرف جواب لکھنے پر آمادہ ہیں جو باہم مخالف امر ہیں۔

سادساً - سیدنا مرزا صاحب کی تحریروں نے مسلمانوں کو آریہ وغیرہ لوگوں کے ہاتھ سے صدمہ پہنچایا ہے خصوصاً پچھلے سال میں ہم نے جہاں تک نظر کی ہے یہی چھ امر اوبزرور کی تحریر کا ماحصل ہیں جن پر ہم ایک نظر کرتے ہیں۔

امر اول کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حال میں انجمن حمایت اسلام نہ جواب لکھنا چاہتی ہے اور نہ استغاثہ کرنا۔ بیہودہ گورنمنٹ سے کس قسم کا انسداد چاہتی ہے۔ ہم کو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انجمن حمایت اسلام جواب صرف اپنی ایک بات کو پالنے کے لئے جواب دینے سے گریز کرتی ہے۔ اپنے مقاصد کے نمبر اول میں معترضین اسلام کے جواب دینا ہی تحریر کرتی ہے چنانچہ ہم بھی اس کو درج کرتے ہیں۔

"(۱) معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے اور اس مقدس مذہب کے اصول کی حمایت اور اشاعت کرنی۔" (۱)

آخر میں نمبر ۹ میں ان مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بھی بتلایا ہے یعنے اُن مقاصد کی تکمیل کے واسطے واعظوں کے تقرر اور رسالے کے اجرا وغیرہ وسائل کو عمل میں لانا"

اب انجمن کے ان مقاصد پر نظر کرنے کے بعد ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انجمن جس کا اول الغرض معترضین اصول مذہب اسلام کے تحریری یا تقریری جواب دینا تھا اب اُسے کیونکر توڑ سکتی ہے اور نہ ہم نے اس اصول کی ترمیم ہی آج تک انجمن کے کسی کاغذ میں دیکھی کہ اب بجائے جواب دینے کے میموریل بھیجے جایا کریں گے۔

ہم کو انجمن کی شتاب کاری پر سخت افسوس ہے اور اُس سے بڑھ کر اوبزرور کی تیزی پر کہ اس نے بلا سوچے سمجھے نکتہ چینی شروع کر دی ہم کو اس امر پر کافی بحث کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم یہ ثابت کرنے بیٹھیں کہ آیا سیدنا مرزا صاحب کے ساتھ تعلیم یافتہ گروہ ہے یا نہیں کیونکہ متعدد مرتبہ یہ امر روز روشن میں آ چکا ہے اور خود اوبزرور کا ایڈیٹر اس امر سے واقف ہے اور قطع نظر اس کے تعلیم یافتہ گروہ کا ہونا یا نہ ہونا کسی امر معقول کی نفی نہیں کر سکتا اسلئے اسکو ہم خارج از بحث سمجھتے ہیں۔

امر ثالث کی نسبت اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ اگر معقول اور مہذب جواب نہیں ہو سکتا تھا تو انجمن نے آپ کس بنا پر معترضین مذہب اسلام کے جواب تہذیب سے دینے کا ذمہ اٹھایا تھا اور کیا اوبزرور کا ایڈیٹر جو خود ہی انجمن کی اگزیکٹو کمیٹی کا غالباً ممبر ہے ہم کو بتلا سکتا ہے کہ اُس نے کتنی مرتبہ انجمن میں یہ تحریک پیش کی ہے کہ اس طریق کو چھوڑ دیا جاوے اور اس اصول کی ترمیم کی جاوے اور آج تک جو رسالے میں عیسائیوں کے جوابات شائع ہوئے ہیں انہیں بند کیا جاوے مگر ہم دعوے سے لکھتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز ایسی کوئی تجویز انجمن کی روئداد میں دکھا سکے گا۔ پھر ایسی نامعقول بات کہہ کر ہم نہیں سمجھتے وہ کیونکر اپنے فرضی منصبی سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ اوبزرور کا یہ حملہ کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب خصوصاً معقول اور مہذب جواب نہیں دے سکتے ایک دریدہ دہنی ہے جو خدا تعالی کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر کی گئی ہے۔ کاش اُسے معلوم ہوتا کہ انجمن حمایت اسلام لاہور خود اس مرد خدا کے جوابات شائع کر چکی ہے اگر اُس نے نہیں دیکھے تو وہ ایک عیسائی کے تین سوال اور اُن کا جواب پڑھے۔ ہم کو بار بار حیرت آتی ہے کہ انجمن نے جس حال میں اپنا یہ اصول اول قرار دیا ہے اب اُسے چھوڑ کر میموریل بھیجنے کا اصول کہاں سے تراش لیا ہے۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے جس قدر معقول اور مہذبانہ پیرایہ میں جواب دیئے ہیں کوئی دوسرا اُس پر قادر نہیں ہو سکتا۔ آپ کی ہر ایک تصنیف اس امر کی شاہد عدل ہے ہاں اگر کہیں صداقت کی لازمی رعایت نے ایڈیٹر اوبزرور کو نکتہ چینی کا موقع دیا ہو تو یہ اُس کی بدقسمتی ہے کہ اُس نے پہلے اُن کتابوں کو نہیں پڑھا جو اسلام پر اُس وقت لکھی گئی ہیں جبکہ سیدنا مرزا صاحب کو خبر نہ تھی۔ مرزا صاحب کی کوئی کتاب اوفینسو نہیں بلکہ ڈیفنسو ہے۔ اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وجہ سے آریوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو صدمات اٹھانے پڑے ایک بڑی بھاری ناشکری ہے جو خدا تعالی کی نعمت سے کی جاتی ہے مرزا صاحب کا وجود باجود اسلام اور اہل اسلام کے لئے ابر رحمت ہے کاش اُس سے کوئی فائدہ اٹھاوے آریوں نے اپنے کو تکوں خمیازہ کھینچا۔ اس میں یہ دعوے کیا الزام یہ ایڈیٹر اوبزرور کی خوش فہمی ہے یا اُس کی غیرت اسلام کہ وہ از خود ایک ایسا خوفناک الزام ایک مقدس راستباز پر لگاتا ہے جس سے اسکا وجود گورنمنٹ تک کے نزدیک جو ایک غیر قوم اور غیر مذہب ہے پاک ثابت ہو چکا ہے۔ کیا اُس کو معلوم نہیں کہ کتاب ستیارتھ پرکاش اور سجرا ندر وغیرہ جس وقت طیار ہوئی تھیں اُس وقت مرزا صاحب کی تصنیفات ابھی دنیا میں پیش بھی نہ ہوئی تھیں۔ اور قطع نظر اس کے حضرت مرزا صاحب نے کبھی اور کسی حال میں کسی کے بزرگ پر دل آزار حملہ نہیں کیا اوبزرور ہم کو بتلاوے تو کیا انجمن نے اس سے پیشتر کبھی کوئی اس قسم کی کارروائی کی ہے اصل بات یہ ہے کہ انجمن حمایت اسلام اس معاملہ میں بالکل تہی دست ثابت ہوئی ہے معترضین مذہب کے جواب دینے کا اصول تو انجمن نے قائم کر لیا تھا مگر آج تک اُس نے اس پہلو میں اس قدر کام کیا ہے۔ کہ نہ کرنے کے برابر ہے اور چونکہ وہ اس راستہ میں چل نہیں سکتی اس لئے رفع ندامت کے لئے اُس نے یہ سبیل سوچ لی کہ چلو قریب تر چھٹی ہوئی مسلمانوں کو کہدیں گے کہ میموریل بھیجدیا ہے۔ بھلا میموریل سے کیا ہو سکتا ہے جب ایک جائز حق گورنمنٹ نے پہلے سے دے رکھا ہے اُس سے کام نہ لینا بھی ایک قسم کی ناشکر گذاری ہے یہ تھوڑی سی غایت ہے